امام حسین علیہ السلام نے قیام کیوں فرمایا؟

مصنف:-آیۃ اللہ ابراھیم امینی

ترجمہ سید سعید حیدر زیدی

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام حسین علیہ السلام نے کیوں قیام فرمایا؟

اِس سوال پر اسلامی تاریخ کے ہر دور میں اظہارِ خیال کیا گیا ہے اور اِس تحریک اور قیام کے مختلف مقاصد و محرکات بیان کئے گئے ہیں۔ اظہارِ خیال کرنے والے بعض حضرات نے انتہائی جزئی مطالعے، کوتاہ فکری، کسی خاص فکری رجحان سے وابستگی یا بدنیتی کی بنا پر امام حسینؑ کے قیام کا مقصد ایسی چیزوں کو قرار دیا ہے جو اسلام کی روح، تاریخی حقائق، امام حسینؑ کی شخصیت اور آپؑ کے مقامِ عصمت وامامت کے یکسر منافی ہیں۔ مثلاً یزید سے ذاتی دشمنی، رسول کا انتقام لینا یا قبائلی چپقلش کا نتیجہ، یا یہ کہ امامؑ نے امت کے گناہوں کی بخشش کے لیے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا وغیرہ ان کے مقاصد میں سے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بہت سے مصنفین، شعرا اور مقررین بھی، سوچے سمجھے بغیر ایسے مقاصد کی ترویج اور تشہیر کیا کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ امام حسینؑ کی تحریک کے مقاصد کو جاننے اور سمجھنے کے لیے بھرپور کام کی ضرورت اب بھی باقی ہے اور اِس سلسلے میں مختلف زاویہ نگاہ سے جائزے اور تحقیق کا کام جاری رہنا چاہیے۔ دو مضامین پر مشتمل زیرِ نظر کتابچہ اسی جذبے اور خواہش کے تحت شائع کیا جارہا ہے۔ پہلا مضمون حوزہ علمیہ قم کے ممتاز عالمِ دین آیت اللہ ابراہیم امینی سے ایک انٹرویو ہے، جو امام خمینی علیہ الرحمہ کی چھٹی برسی کی مناسبت سے منعقدہ سیمینار بعنوان ”امام خمینی و فرہنگِ عاشورا“ کے موقع پر علامہ امینی سے کیا گیا۔ اِس انٹرویو میں جنابِ عالی نے امام حسینؑ کے کلمات کی روشنی میں آپؑ کے قیام کا مقصد واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرا مضمون بھی حوزہ علمیہ قم ہی کی ایک علمی شخصیت حجت الاسلام محمد باقر شریعتی سبزواری کی تحریر ہے، جس میں اس دور کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے امام حسینؑ کے فرامین ہی کے ذریعے امامؑ کی تحریک کے مقصد کی وضاحت کی گئی ہے۔

امید ہے امام حسینؑ کی تحریک کو سمجھنے اور اُس سے سبق لیتے ہوئے دورِ حاضر میں اپنے فریضے کے تعین کے سلسلے میں تمام پڑھنے والوں خصوصاً جوانوں کے لیے اِن مضامین کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

امام حسینؑ نے کیوں قیام فرمایا؟

سوال: امام حسین علیہ السلام اپنی تحریک کے ذریعے کیا ہدف یا مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے؟

شہادت، احیائے اسلام، اصلاحِ امت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، خدا کی طرف سے عائد فریضے کی ادائیگی، یزید کی ظالم حکومت کی سرنگونی اور عادلانہ اسلامی حکومت کا قیام، وہ نمایاں نقطہ ہائے نظر ہیں جو امامؑ کی تحریک کی تفسیر اور آپؑ کے مقاصد و محرکات کی تشریح کے سلسلے میں محققین اوراہلِ نظرافراد کی جانب سے پیش کیے جاتے ہیں۔ عاشورا کی تحریک کے فلسفے اور اہداف اور اس بارے میں اٹھائے گئے سوالات کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے اورآپ اپنی رائے کا دوسری آرا، خیالات اور نظریات سے کس طرح موازنہ کرتے ہیں؟

* امام حسینؑ کے قیام کے ہدف و مقصد کے بارے میں مختلف نظریات اور خیالات پائے جاتے ہیں۔ مصنفین و متکلمین نے امام حسینؑ کی تحریک کے مختلف مقاصد بیان کیے ہیں۔ بعض نے اس تحریک کو ایک ایسی تحریک کے طور پر پیش کیا گیا ہے جس کا پورا دستورِ عمل (program) خداوندِ عالم کی جانب سے مقرر کردیا گیا تھا اور امام حسینؑ کا کام محض اس جامہ عمل پہنانا تھا اور آپؑ پر لازم تھا کہ خداوندِ متعال اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے آپؑ جن کاموں کے لیے مامور کیے گئے ہیں انہیں بغیر کسی معمولی ردوبدل کے ترتیب بقدم انجام دیں۔

بعض دوسرے لوگوں کے خیال میں امام حسینؑ کی تحریک ایک سوچی سمجھی تحریک تھی۔ یہ لوگ کہتے ہیں اس تحریک کے مقاصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور حکومتِ وقت یعنی یزید کی حکومت سے ٹکراؤ اور بسا اوقات حکومتِ اسلامی کے قیام کے لیے جدوجہد قرار دیتے ہیں۔ کچھ دوسرے لوگوں کا تجزیہ یہ ہے کہ امام حسینؑ پر ایک فریضہ عائد ہوتا تھا اور آپؑ نے تعبداً اپنی یہ ذمے داری پوری کی، وغیرہ، وغیرہ۔۔۔

اس بارے میں اور دوسری باتیں بیان اور تحریر کی جاتی ہیں۔ باوجود یہ کہ اس بارے میں کافی کتب تحریر کی گئی ہیں اور مختلف نظریات اور افکار کا اظہار کیا گیا ہے لیکن اب تک یہ مسئلہ بخوبی واضح نہیں ہوا کہ اس تحریک میں امام حسینؑ کی سوچ کیا تھی۔

یہ محض تاریخی بحث نہیں، بلکہ ایک ایسی بحث ہے جو تحریکِ اسلامی، حکومتوں کے خلاف جدوجہد کرنے والوں اور ایسے افراد کے لیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا چاہتے ہیں بطورِ کلی ایک مشعلِ راہ ہو سکتی ہے۔ امام حسینؑ جو ایک معصوم فرد اور امام تھے، اُن کا طرز و اسلوب قطعی طور پر مسلمانوں کے لیے نمونۂ عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ جس طرح اِس مسئلے کی وضاحت ہونی چاہیے تھی ایسی نہیں ہوئی اور نہ ہی (امامؑ کی) اس تحریک سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے۔

امام حسینؑ کے کلمات آپؑ کے ہدف اور محرکات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اِس موضوع پر تحقیق اور اِس کی تشریح کے لیے ایک مفصل اور جداگانہ تالیف کی ضرورت ہے جبکہ اِس وقت اِس مختصر موقع اور وہ بھی انٹرویو کی صورت میں ممکن نہیں، البتہ مختصر طور پر بیان ہوں گا۔ ہمیں امام حسینؑ کے مقصد اور ہدف کو خود آنجنابؑ کے کلمات سے اخذ کرنا چاہیے۔ جن لوگوں نے امام حسینؑ کی تحریک کے مقاصد پر گفتگو کی ہے، اُن میں سے بعض اکثر نے امامؑ کے کلمات کا سہارا لیا ہے لیکن کیونکہ امام حسینؑ کے کلمات بکھرے ہوئے اور موقع محل کی مناسبت سے مختلف ہیں اس لیے اِن حضرات میں سے ہر ایک نے ان میں سے کسی ایک کو لے کر اس سے استفادہ کیا ہے اور دوسرے مفاہیم سے صرفِ نظر کیا ہے اور صرف کسی ایک پہلو پر اپنی فکر مرکوز رکھی ہے۔

ہم ابتدا میں امام حسینؑ کے ان کلمات میں سے کچھ کو بیان کریں گے جو آپؑ نے اپنے ہدف کے بارے میں فرمائے ہیں اور اس کے بعد ان کی جمع بندی کر کے ان سے نتیجہ اخذ کریں گے۔ اگر ہم ان مختلف کلمات کا باہم اور یکجا کر کے تجزیہ کریں، تو سب ایک ہی راہ کی وضاحت کرتے ہیں، اور یوں ان میں تضاد اور اختلافِ نظر نہیں پایا جاتا، بلکہ یہ سب ایک ہی ہدف کی نشاندہی کرتے ہیں اور وہ ہدف بھی بخوبی روشن اور واضح ہے۔

امر با روف اور نہی ن ا نرانی ا لاں تری یامام ؑ وسیلہ

.ب مدینہ میں امام حسین ؑ کے . ائی محمد بن حنفیہ نے آپ ؑ و مشورہ دیا . آپ ؑ س نر پر روانہ نہ وئے، تو اہ امام ؑ نے ان کی بات قبول نہ کی اور} نر پر روانہ وتے وئے {ایک وصیت نامہ تحریر کیا، جس کے ایک ے سے امام حسین ؑ کے مقصد کی و ١٠ ت وتی ہےامام ؑ اس وصیت نامے کے ایک ے میں تحریر فرماتے ہیں:

وَ أَنّی لَمْ أَخْرُجْ أشِراًوَلاٰبَطِراًوَلاٰ مُفْسِداًوَلاٰظاٰلِماً وَاِنَّماٰخَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلاٰحِ فی اُمَّةِ جَدّی اُریدُأَنْ آمُرَبِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِوَأَسیرَبِسیرَةِ جَدّی وَأَبی عَلیٍّ بْنِ أَبی طاٰلِبٍ

میں خود خواہی، غرور، فتنہ انگیزی اور ظلم کے یے نہیں نکل رہا، بلکہ اپنے نا کی امت کی اصلاح کی غرض سے نکل رہا و نمیں چاہتا وں . م روف کا حکم دوں اور منکر سے رو وں اور اپنے نا اور والد عی ابن ابی طالب ؑ کی سیرت پر عمل کروں۔ (١)

یہ اصلاح طلبی دراصل امر بالم روف اور نہی عن المنکر ہی ہے، اس سے مختلف وئی چیز نہیں یعنی امام ؑ چاہتے ہیں . امت کی اصلاح کریں اور اصلاح کا یہ عمل امر بالم روف اور نہی عن المنکر کے ذریعے جامہ عمل پہنے۔

امام ؑ کس یت کی اصلاح چاہتے ہیں؟ وہ آپ ؑ کے ا س جملے سے ظاہر ہے فرماتے ہیں:

میں اپنے جد اور والد کی سیرت پر عمل کرنا چاہتا وں۔

١۔ موسوعہ الکلمہ امام الحسین ؑ ص٢٩١

ا لام اور یرتِ یغمبرؐ سے ا لامی معاشرے اور حکومت انراف

امام حسینؑ نے مُ وس کیا تھا ہ معاویہ اور ان کے بعد یزید اور کچھ اُن سے قبل کی حکومتوں کے دوران لوگوں کے درمیان ایے اعمال رواج پاگئے ہیں جو پیغمبر اکرمؐ اور حضرت علیؑ کی سیرت کے برخلاف ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ اپنی حکومت میں ایک خاص سیرت اور طریقے پر کاربند تھے۔ قطعی طور پر ان کے بارے میں آنحضرتؐ کی ایک خاص روش تھی دوسرے معاملات میں بھی آپ کا خاص طریقہ کار تھا حضرت علیؑ کی بھی وہی سیرت رہی لیکن افسوس ہ پیغمبرؐ کی رحلت کے بعد اگرچہ کچھ مدت تک ایک حد تک آپؐ کی سیرت پر عمل جاری رہا لیکن بعد میں بعض انحرافات نے سر اٹھایا۔

جب حکومت کی باگ ڈور علی ابن ابی طالبؑ نے سنبھالی، تو آپؑ نے معاشرے کو حکومت و پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہج پر واپس لانے کی کوشش کی اسی وجہ سے آپؑ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ لوگ دوسرے طریقوں کے عادی ہو چکے تھے لہٰذا امیر المومنینؑ کو اس سلسلے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی، شاید آپؑ کو شہید بھی اسی بنا پر کیا گیا۔

اسلامی معاشرے کا بھی یہی حال تھا، وہاں بھی لوگوں کی عبادات میں، اُن کے اخلاق میں اور ان کے سماجی امور میں ایسی چیزیں وجود میں آ گئی تھیں جو اسلام سے موافق نہ تھیں، اس لحاظ سے اسلام کے لیے ایک خطرہ جنم لے رہا تھا۔

ایک اور بات یہ تھی کہ وہ حکمراں جو خلیفہ رسولؐ کے عنوان سے، پیغمبرؐ کے جانشین کے طور پر حکومت کر رہے تھے، اُن کا طرزِ عمل پیغمبرؐ کے طرزِ عمل سے مختلف تھا، اسلام کی تعلیمات کے منافی تھا۔

اگر یہی صورتحال جاری رہتی، تو اسلام کی ایک غلط تصویر لوگوں کے سامنے آتی، اور وہ اس کو اسلام سمجھ بیٹھتے علاوہ ازیں خود لوگوں کے درمیان بھی ایسی باتیں رائج ہو گئی تھیں جو اسلام اور سیرتِ پیغمبرؐ کے موافق نہ تھیں۔

امامؑ کی ا لاں تری عنوان: یرتِ یغمبرؐ اور یرتِ علیؑ احیا

ان وجوہات کی بنا پر امام حسینؑ بھتے تے ۔ اصلاح کا عمل ناگزیر ہے، اور یہ اصلاح پیغمبرؐ اور عی ابن ابی طالبؑ کی سیرت کا احیا تصبیہ دیکھتے وئے ہم ہہ سکتے ہیں ۔ امام حسینؑ کا ہدف اور مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے پیغمبر اسلامؐ اور امیر المومنین عیؑ کی سیرت کا احیا تھایعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر احیا کا وسیلہ ہے، خود ہدف اور مقصد نہیں ہدف درحقیقت پیغمبر اسلامؐ اور حضرت امیرؑ کی سیرت و زندہ کرنا تھا۔

اموی حکومت کی دونمایاں خصوصیات:حدودِ الٰہی تعطل اور علانیہ فسق وفجور

امام حسینؑ نے جب مکہ سے وفہ کے ارادے سے اپنے سفر کا آغاز کیا، تو اثنائے راہ میں آپؑ کی ملاقات فرزدق سے وئی، امامؑ نے اس سے عراق کے حالات دریافت کیےاس نے جواب دیا:

لوگوں کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں لیکن اُن کی تلواریں آپؑ کے خلاف ہیں۔

امامؑ نے اُس سے اپنے سفر کی وجہ بیان کرتے وئے فرمایا:

اِنَّ هٰؤُلاٰءِ قَوْمٌ لَزِمُوا طاعَةَ الشَّيْطانِ وَتَرَكُواطاعَةَ الرَّحْمانِ وَ أَظْهَرُوا الْفَسادَ فِی الْأَرْضِ وَابْطَلُوا الْحُدُودَ وَشَرِبُوا الْخُمُورَ وَ اسْتَأْثَرُوا فِی أَمْوالِ الْفُقَراءِ وَالْمَساكِينَ وَأَنا أَوْلیٰ مَنْ قامَ بِنُصْرَةِ دينِ اللّٰهِ وَاعْزازِ شَرْعِهِ وَالْجِهادِ فی سَبيلِهِ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلَيا (۱)

یعنی

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شیطان کی اطاعت کی ہے، رحمن کی اطاعت و ترک کردیاہے۔

البتہ یہاں ممکن ہے لفظ "ہٰؤلاءِ" حکام کی جانب اشارہ و (اور زیادہ یہی معنی ظاہر وتے ہیں) اور ممکن ہے پورے معاشرے کے لیے و۔

ان لوگوں نے فساد کو ظاہر کیا ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کسی فساد کا مرتکب ہوتا ہے، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی فساد کا اظہار کرتا ہے، علی الاعلان فسق وفجور کا مرتکب ہوتا ہے۔ اِن لوگوں کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں کہ انہوں نے زمین پر فساد و ظاہر کیا ہے، یہ لوگ درحقیقت فساد و رواج دینے والے ہیں یہ ایک اہم اور خطرناک مسئلہ ہے۔

انہوں نے حدودِ الٰہی کو معطل کردیا ہے۔

یعنی شرعی حدود پر عمل نہیں کرتے ان کا اندازِ حکومت کچھ اور ہے پیغمبرؐ نے حکومت کی تشکیل دی لیکن اُن کی حکومت دینی اور اسلامی قوانین کی حدود میں تھی لیکن ان لوگوں نے اس اندازِ حکومت و ترک کردیا ہے بلکہ حدودِ الٰہی و پیروں تلے روند ڈالا ہے۔

یہ لوگ شراب پیتے ہیں۔

حالانکہ شراب نوشی اسلام میں حرام ہے۔

فقرا اور مساکین کے مال کو اپنی مرضی سے خرچ کرتے ہیں۔

فقرا کے حقوق ادا نہیں کیے جاتے، بیت المال و من مانے طریقے اور اپنی حکومت کے استحکام کے لیے استعمال کرتے ہیں، فقرا اور محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے استعمال نہیں کرتے جبکہ پیغمبر اسلامؐ کے دور میں اس کا استعمال عوام الناس اور فقرا کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیے کیا جاتا تھا دلائل یہ ثابت کرتے ہیں اور خود پیغمبر اکرمؐ نے بھی اسی طرح عمل کیا اور امیر المومنینؑ بھی اسی طرح عمل کرنا چاہتے تھے مگر اسی وجہ سے آپؑ و بکثرت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

جب اب یہ حکومت ان لوگوں کے ہاتھ میں آئی، تو ان کا طرزِ عمل یہ رہا کہ یہ اموال ہمارے اختیار میں ہیں، ہم مسلمانوں کے حاکم ہیں، اس مال و اپنی حکومت کی حفاظت کے لیے خرچ کریں گے، اب فقرا کا جو حال ہو وہ ہوا کرے!!!

امامؑ کی تحریک اسلام کی حفاظت کے لیے دفاعی جہاد

۔ وره کلمات سے پتا چلتا ہے ۔ امام حسینؑ کے مدینہ سے نکلنے اور اس طویل سفر کے آغاز کا سبب ان خرابیوں کا مشاہدہ اور اُن کی اصلاح کا عزم تھا۔ آپؑ فرماتے تھے ۔ میں دین خدا کی نصرت، اس کی شریعت کی بالادستی اور اس کی راہ میں جہاد کے سلسلے میں سب سے زیادہ ذمے دار ہوں۔

امام حسینؑ کے قیام کا محرک(motive) اُس وقت کے مسلمانوں کی ابتر حالت اور خاص کر اُس زمانے کی حکومتوں کا طرزِ عمل تھا ۔ جس کی وجہ سے احکامِ الٰہی معطل تھے، فقرا بُرے حال میں تھے اور بیت المال کے وسائل ناجائز مدوں میں خرچ ہو رہے تھے حضرتؑ اس صورتحال کے خاتمے کے لیے قیام چاہتے تھے اور اس قیام کے لیے خود کو دوسروں سے زیادہ ذمے دار سمجھتے تھے کیونکہ آپؑ نواسۂ رسول اور امامِ مسلمین تھے اور ان حالات و خاموش تماشائی کی حیثیت سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

پس معلوم ہوا ۔ امامؑ کا یہ قیام ایک ... کا جہاد تھا، اسلام کے تحفظ کے لیے دفاعی جہاد تھا ایرانی عوام کی اسلامی تحریک بھی اسی طرح تھی، اور رہبر انقلاب امام خمینیؒ کا بھی یہی ہدف تھا ۔ یہ تحریک ایک دفاعی جہاد ہے۔

امام حسینؑ نے بصرہ کے معززین کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

وَقَدْبَعَثْتُ رَسُولی اِلَیْکُمْ بِھٰذَاالْکِتابِ، وَأَنَاأَدْعُوکُمْ اِلیٰ کِتابِ اللّٰهِ وُسُنَّةِ نَبِيِّهِ فَاِنَّ السُّنَّةَ قَدْاُمیتَتْ وَاِنَّ الْبِدْعَةَ قَدْاُحيِيَتْ (۱)

میں نے اس خط کے ہمراہ اپنا سفیر تمہاری جانب روانہ کیا ہے، اور تمہیں کتابِ خدا اور سنتِ رسول کی طرف دعوت دیتا ہوں در حقیقت سنت مردہ ہو چکی ہے (یعنی لوگ اس پر عمل پیرا نہیں۔) اور بدعت زندہ ہو گئی ہے۔ یعنی وہ چیزیں جو دین کا جزو نہیں دین کے اندر داخل کردی گئی ہیں۔ اگر تم میری بات سنو اور میرے فرمان کی اطاعت کرو، تو میں راہِ راست کی جانب تمہاری رہنمائی کروں گا یہ راہ راست وہی راستہ پیغمبرؐ اور راستہ علیؑ ہے یعنی وہی خالص اور حقیقی اسلام ہے۔

۱:۔ موسوعہ کلمات الامام الحسینؑ ص ۲۳۶

البتہ یہاں امامؑ نے یہ تو فرمایا ہے کہ میں راہ راست کی جانب تمہاری راہنمائی کروں گا، لیکن یہ بات نہیں فرمائی کہ یہ راہ راست حکومت کا قیام ہے۔یا کوئی دوسری چیزیہاں بھی امامؑ نے اپنی تحریک کا مقصد سنت کا احیا اور بدعت کا خاتمہ بیان کیا ہے۔جب مروان نے امام حسینؑ سے کہا کہ وہ یزید کی بیعت کریں، تو امامؑ نے اس کے جواب میں جو کلمات ادا کیے وہ بھی آپؑ کے قیام کے مقصد کو واضح کرتے ہیں:

اِنّالِلّٰهِ وَاِنّااِلَيْهِ رٰاجِعُونَ وَعَلىَ الْاِسْلاٰمِ اَلسَّلاٰمُ اِذْ قَدْبُلِيَتِ الأُمَّةُ بِراٰعٍ مِثْلِ يَزِيدَ

جب لوگ یزید جیسے شخص کی حکومت میں مبتلا ہوجائیں، تو اسلام کو خداحافظ کہہ دینا چاہیے۔[1] ان کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ یزید کی حکومت کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اسے اسلام و مسلمین کے لیے خطرناک سمجھتے تھے اور اسی بنا پر اس کی بیعت کو ناجائز قرار دیتے تھے۔آپؑ نے اسی گفتگو کے ذیل میں فرمایا:وَلَقَدْسَمِعْتُ جَدّى يَقُولُ:أَلْخِلاٰ فَةُ مُحَرَّمَةٌ عَلىٰ اٰلِ اَبى سُفْياٰن۔میں نے اپنے نانا سے سنا ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ خلافت آلِ ابی سفیان پر حرام ہے۔پتا چلا کہ امام حسینؑ کا مقصد یزید کی خلافت کے خلاف قیام تھا اور یہ تحریک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک صورت تھی۔ایک دوسرے مقام پر امامؑ نے محمد بن حنفیہ سے فرمایا:

يٰاأَخى وَاللّٰهِ لَوْلَمْ يَكُنْ فى الدُّنْيٰا مَلْجَأً وَلاٰمَأْوىً لَماٰباٰيَعْتُ يَزِيدَ بْنَ مُعٰاوِيَةَ

اے میرے بھائی! اگر مجھے دنیا میں کوئی بھی جائے پناہ نہ ملے، تب بھی میں یزید ابن معاویہ کی بیعت نہیں کروں گا۔[2]

امام حسینؑ کے یزید ابن معاویہ کی بیعت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یزید خلیفہ رسولؐ کے عنوان سے مسلمانوں پر حکومت کرتا تھا، اس کی رفتار و گفتار پیغمبر کی رفتار و گفتار بن جاتی تھی، لہٰذا اس کے وہ اعمال و افعال بھی جو اسلام اور سیرت پیغمبرؐ کے برخلاف تھے، پیغمبرؐ اور اسلام ہی کے حساب میں شمار کیے جاتے اور یہ ایک بہت بڑا خطرہ تھا۔

1:-موسوعہ کلمات الامام الحسینؑ ص ۲۸۴

2:-موسوعہ کلمات الامام الحسینؑ ص ۲۸۹

نہی ن ا ز ی ہلا مرحلہ ٫ بیعت سے انکاراور حکومتِ یزید وکی ناجائز قرار دینا

ا ِن حالات میں وہ لوگ (بنی امیہ) فرزندِ رسول حسین ابن علیؑ سے یزید کے لیے بیعت لینا چاہتے تھے یعنی وہ چاہتے تھے کہ امام حسینؑ بیعت کے ذریعے یزید کی حکومت اور اُس کے اعمال کی صحت پر مہرِ تصدیق ثبت کریں اور انہیں اسلام کے مطابق قرار دیں۔

واضح بات ہے کہ امام حسینؑ یہ نہیں کرسکتے تھے اور نہی عن المنکر کا پہلا قدم آپؑ کا یزید کی بیعت سے انکار اور اس کی حکومت کو غیر قانونی قرار دینا تھا۔

اپنے نانا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرقدِ مطہر سے وداع کے موقع پر امام حسینؑ نے جو کلمات ارشاد فرمائے وہ بھی آپؑ کی تحریک کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہیں، آپ نے فرمایا:

بِاَبِی اَنْتَ وَاُمّی لَقَدْخَرَجْتُ مِنْ جَوارِکَ کُرْھاًوَفُرِّقَ بَیْنِی وَ بَیْنَکَ حَیْثُ اَنّی لَمْ اُبٰایِعْ لِیَزِیدَ بْنِ مُعٰاوِیَۃَ شٰارِبِ الْخُمُورِوَرٰاکِبِ الْفُجُورِوَھٰااَنَاخٰارِجٌ مِنْ جَوٰارِکَ عَلَی الْکَرٰاھَۃِ فَعَلَیْکَ مِنّیِ السَّلاٰمُ

اے رسول اللہ! آپؐ پر میرے ماں باپ نثار ہوں میں بحالتِ مجبوری آپؐ کے جوار سے نکل رہا ہوں میرے اور آپؐ کے درمیان جدائی آپڑی ہے کیونکہ میں یزید ابن معاویہ کی بیعت نہیں کررہا، جو شراب خوراور فاسق ہے۔ میں مجبوری کے عالم میں آپ کے جوار سے نکل رہا ہوں۔ آپ پر میرا سلام ہو[1]

مذکورہ کلمات اور ان ہی جیسے دوسرے کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی تحریک کا مقصد حکومت کی اصلاح اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی تھا۔ آپؑ کا ہدف سیرتِ پیغمبرؐ کا احیا اور بدعتوں کا خاتمہ تھا۔

۱:۔موسوعہ کلماتِ الامام الحسینؑ ۔ ص۲۸۷

امر با روف اور نہی ن ا ن ر امامؑ مرحلہ بہ مرحلہ اقدامات اور مؤقف

امام حسینؑ کے بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ اس فریضے کی انجام دہی کے لیے مرحلہ بہ مرحلہ اور تدریجاً بتدریج آگے بڑھے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آپؑ مدینہ میں تھے اور اُن لوگوں (بنی امیہ) نے آپؑ سے بیعت لینا چاہی، تو آپؑ نے ان کے مطالبہ بیعت کی مخالفت کا فیصلہ کیااور مدینہ چھوڑ دیاکیونکہ اگر آپؑ مدینہ میں رہتے، تو آپؑ کو بیعت پر مجبور کیا جاتا اِس موقع پر آپؑ کو مکہ کے سوا کوئی دوسری مناسب جگہ نظر نہیں آئیکیونکہ ایک تو یہ مدینہ سے نزدیک تھا، اور دوسرے ایک مقدس و محترم شہر اور حجاج اور زائرین کے جمع ہونے کی جگہ تھا۔لہٰذا آپؑ پر لازم تھا کہ مدینہ چھوڑ کر مکہ تشریف لے جائیں اور اس ذریعے سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیسا ہوتا ہے انجام کار کیا ہوگا؟ یہ دوسرا موضوع ہے جو فی الحال پیش نظر نہیں تھا۔ جب مدینہ سے نکلتے وقت عبداللہ ابن مطیع نے امامؑ سے اُن کی منزل کے بارے میں سوال کیا، تو آپؑ نے فرمایا:

أَمَّا فی وَقْتی هٰذاأُريدُ مَكَّةَ فَاِذٰاصِرْتُ اِلَيْهٰااِسْتَخَرْتُ اللّٰهَ تَعٰالیٰ فی أَمْرِی بَعْدَ ذٰلِکَ

اِس وقت میں مکہ کا قصد رکھتا ہوں، پس مکہ پہنچ کر خدا سے اپنے کام کے بارے میں طلبِ خیر کروں گا[1]

یہ پہلا مرحلہ ہےمیں اس جملے سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہوں کہ حضرتؑ کا قصد اپنے فریضے کی انجام دہی تھا اور فریضے کی انجام دہی کی صورت ہر مرحلے میں مختلف تھی۔فریضے کی انجام دہی مدینہ میں یہ تھی کہ بیعت نہ کریں اور وہاں سے نکل جائیں،بعد میں کیا ہوگا، اور کیاکرنا پڑے گا، یہ بعد کی بات ہے۔مکہ میں بھی امامؑ نے حالات اور پیش آنے والے واقعات کے مطابق فیصلہ کیامیرے خیال میں امام خمینیؒ نے بھی اپنی جدوجہد کے دوران اسی طریقہ کار کی پیروی کی، تدریجاً بقدم آگے بڑھے اور صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلے کیے اوراپنا فریضہ انجام دیااپنی جدوجہد کے آغاز میں فرمایا کہ حکومت کے دین مخالف اقدامات پر خاموش نہیں رہا جاسکتا، ہمارا فرض ہے

ا:-موسوعہ الکلمِ الامام الحسینؑ ص ۳۰۲

، ا ِن پر اپنی مخالفت کااظہار کیا۔اس زمانے میں امام خمینیؒ محض اعلانات جاری کرنے پر اکتفا کرتے تے۔ یہاں تک ، جوں جوں قوت میں اضافہ وا اُس تناسب سے بڑے بڑے فیصلے کیے یہاں تک ، پیرس سے واپسی پر بہشتِ زہراؑ میں خطاب کرتے وئے فرمایا:

ہم عوام کی تائید اور حمایت سے حکومت تشکیل دیں گے۔

امام حسینؑ کی تحریک نے ں مرحلہ ، مرحلہ، ترم بقدم شکل اختیار کی پہلا مرحلہ مدینہ سے نکلنا ا امکہ پہنچ کر ایک عرصے تک وہاں اقامت اختیار کرنا دوسرا مرحلہ امکہ میں ں مختلف حوادث و واقعات پیش آئے میں یہاں کچھ اہم حوادث کی جانب اشارہ کروں گا: جب امام حسینؑ مکہ تشریف لے گئے، تو کیونکہ مکہ مسلمانوں کی آمدورفت کا مرکز ا، لہٰذا یہ خبر پورے عالمِ اسلام میں پھیل ئی ، فرزندِ رسول حسین ابن علیؑ نے مدینہ چھوڑ دیا ہے سب لوگ ایک دوسرے سے امام حسینؑ کے مدینہ چھوڑنے کی وجہ دریافت کرتے تے امامؑ کے اس اقدام نے حکومت سے آپؑ کی ناراضگی و لوگوں کے سامنے واضح کردیا اور یہ خود ایک بڑی بات اور اہم واقعہ ا حکومت کے خلاف یہ پہلا اقدام انتہائی مؤثر رہا اور اس لحاظ سے امامؑ کا یہ اقدام کامیاب رہا اہلِ وفہ جو امام حسینؑ اور امیر المومنینؑ کے شیعہ تے، جب اُنہیں پتا چلا ، امام حسینؑ حکومت کے خلاف اعتراض کے طور پر مکہ تشریف لے آئے ہیں، تو ان کی طرف سے امامؑ کے نام خطوط کا تانتا بندھ گیا (اِن خطوط کی تعداد چالیس ہزار اور اس سے ں زیادہ بتائی جاتی ہے) اِن خطوط میں امامؑ و وفہ آنے کی دعوت دی ئی ی اور آپؑ کی نصرت اور حمایت کا وعدہ کیا گیا ا۔

دوسری طرف امام حسینؑ کی مکہ آمد کی وجہ سے جو صورتحال رونما ورہی ی، یزید کی حکومت نے اسے ایک سنجیدہ خطرہ محسوس کیا اِس بنا پر اس نے فیصلہ کیا ، امامؑ و ہر قیمت پر مکہ ہی میں قتل کردیا جائے مکہ و حرم امنِ الٰہی ہے، وہاں امام حسینؑ کے قتل ونے کے نتیجے میں پوری سلطنتِ اسلامیہ میں موجود تمام مسلمانوں پر حکومت کا رعب اور خوف ووحشت طاری وجائے گا جب امامؑ و حکومت کے اس ارادے کی خبر موصول وئی، تو امام حسینؑ نے محسوس کرلیا ، بہر صورت مکہ چھوڑ دینا ہی

ان کا فریضہ ہےاس کے یے آپ کے پاس دو وجوہات تھیںایک یہ کہ قتل ہوں اور حرم الٰہی کا احترام محفوظ رہےدوسرے یہ کہ اہلِ کوفہ کی جانب سے امام حسینؑ کو بکثرت خطوط موصول ہوئے تھے، جن میں آپؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی گئی تھی اور حمایت کا وعدہ کیا گیا تھا، لہٰذا آپؑ کے لیے مناسب بات یہی تھی کہ آپؑ ان کی یہ دعوت قبول کریں۔

جس زمانے میں امامؑ مکہ میں تھے، تو ابن عباس آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور کہا: اے فرزندِ رسولؐ ! آپؑ مکہ سے کیوں جانا چاہتے ہیں؟ مکہ ہی میں رہیے، یہاں آپؑ زیادہ اور بہتر طور پر امن میں ہیں لوگ آپؑ کے اردگرد ہیں اور آپؑ کی جان محفوظ رہے گی۔ بہرحال آپؑ کے یے خطرہ ہے حضرتؑ نے انہیں جواب دیا:

لَاِنْ اُقْتَلَ وَاللّٰهِ بِمَكَانٍ كَذَااَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُسْتُحِلَّ بِمَكَّةَ وَهٰذِهِ كُتُبُ اَهْلِ الْكُوفَةِ وَرُسُلُهُمْ وَقَدْوَجَبَ عَلَيَّ اِجَابَتُهُمْ وَقَامَ لَهُمْ الْعُذْرُعَلَيّ عِنْدَاللّٰهِ سُبْحَانَهُ[1]

پہلی بات تو یہ کہ: حرم الٰہی مکہ میں میرا خون بہانا مباح ہوجائے {یہ مجھے روا نہیں}اس سے زیادہ مجھے کسی اور جگہ قتل ہونا پسند ہے"۔

یعنی مجھے قتل کرنے کے بعد حکومت کہے کہ ہمارا سامنا ایک ایسے شخص سے تھا جس کی وجہ سے مکہ کا امن وامان اور احترام خطرے میں تھا، لہٰذا ہم اسے مکہ ہی میں قتل کرنے پر مجبور ہوگئے تھے اور اس طرح مکہ میں میرا خون بہانا جائز قرار دے دیا جائے۔

مکہ میں کسی کا خون بہانا جائز ہونا ایک بہت اہم مسئلہ ہےاور یہ خود امام حسینؑ کے خلاف بدترین پروپیگنڈا شمار ہوتا۔

اس کے بعد فرمایا:

یہ اہلِ کوفہ کے خطوط اور ان کے نمائندے ہیں، اور مجھ پر واجب ہے کہ ان کا جواب دوں تاکہ ان پر خدا کی حجت تمام ہوجائے۔

----

[1]-موسوعہ کلمات الامام الحسینؑ ص۳۲

یہاں ایک مرتبہ پھر ہم دیکھتے ہیں ۔ امامؑ تے ہیں ۔ مجھ پر دعوت وقبول کرنا واجب ہے یعنی میرا فرض ہے ۔ ان کی دعوت قبول کروں اور مکہ سے نکلونیہ وہی بات ہے، یعنی فریب کی انجام دہی کے یے تحریک۔

پھر جب ابن زبیر نے امامؑ و یہ تجویز پیش کی ۔ :أَقِمْ فی هٰذَاالْمَسْجِدِ أَجْمَعُ لَکَ النَّاسَ۔ (آپ یہاں حرم ہی میں ٹھہریے میں آپ کے یے لوگوں و جمع کرتا وں) تو امامؑ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ لِأَنْ اُقْتَلَ خٰارِجاً مِنهٰا بِشِبْرٍأَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ أَنْ اُقْتَلَ دٰاخِلاً مِنْهٰا بِشِبْرٍ

خدا کی قسم حرم سے ایک بالشت باہر قتل ہونا، مجھے حرم کے اندر مارے جانے سے زیادہ پسند ہے۔ (۱)

یہاں ایک مسئلہ تو حرم کی حرمت کے پامال وجانے کا ہے اور دوسرا یہ ۔ دشمن اس قتل سے پروپیگنڈے کے میدان میں فائدہ اٹھائے گا پھر جب امامؑ نے مکہ سے عراق کی سمت سفر کا آغاز کرنا چاہا، تو ابن زبیر سے فرمایا:

وَاللّٰهِ لَقَدْ حَدَّثْتُ نَفْسی بِاِ تْیٰانِ الْکُوفَةِ وَلَقَدْکَتَبَ اِلَیَّ شیعَتی بِهٰا وَأَشْرٰافُ أَهْلِهٰا وَاَسْتَخیرُ اللّٰهَ

میں نے سوچا ہے ۔ وفہ چلا جاؤں۔ وفہ سے میرے شیعوں اور وہاں کے معززین نے مجھے خطوط لکھے ہیں اور میں اپنے یے خداسے خیر کا طلبگار وں۔ (۲)

ایک دوسری عبارت ہے:

أَ تَتْنی بَیْعَةُ أَرْبَعینَ أَلْفاً یَحْلِفُونَ لی بِالطَّلاٰقِ وَالْعِتٰاقِ مِنْ اَهْلِ الْکُوفَةِ

مجھے پتا چلا ہے ۔ چالیس ہزار اہلِ وفہ نے میری بیعت کی ہے۔ (۳)

۱:-موسوعہ الکلمات الامام الحسینؑ۔ ص ۳۲۴

۲:-موسوعہ الکلمات الامام الحسینؑ ص ۳۲۴

۳:-موسوعہ الکلمات الامام الحسینؑ ص ۳۲۳

اس مرحلے میں دین فریضے کی ادائیگی کا مسئلہ واضح ہےامام حسینؑ نے اپنی تحریک کے مختلف مراحل میں گاہ بگاہ اپنا اصل مقصد بیان کیا ہے، جو سیرت پیغمبرؐ کا احیا اور بدعتوں کا خاتمہ ہے۔جب راستے میں عبداللہ ابن مطیع نے امامؑ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ آپ کیوں حرم خدا اور حرم رسول خدا کے حرم سے نکلے ہیں؟ تو امامؑ نے جواب دیا:

اِنَّ اَهْلَ الْكُوفَةِ كَتَبُوا اِلَيَّ يَسْأَلُونَنى اَنْ اَقْدِمَ عَلَيْهِمْ لِمارَجُوا مِنْ اِحْياءِ مَعْالِمِ الْحَقِّ وَاِما تَةِ الْبِدَعِ

اہل کوفہ نے مجھے خطوط لکھے ہیں! اورمجھ سے چاہا ہے کہ میں ان کی طرف آؤں، کیونکہ انہیں امید ہے کہ اس طرح سے حق کا احیا ہوگا اور بدعت نابود ہوگی۔[1]

کیونکہ مسئلہ فریضے کی ادائیگی کا ہے، اس لیے حضرتؑ اپنے قتل کے امکان کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور اپنی ذمے داری کی ادائیگی کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔جب حر کے لشکر سے امامؑ کا سامنا ہوا، تو نماز کے وقت آپؑ نے اپنے اصحاب کے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایااس وقت آپؑ کوفہ کے قریب تھے، حالات پلٹا کھاچکے تھے اور صورتحال مکمل طور پر تبدیل ہوچکی تھی ہم دیکھتے ہیں کہ اس حال میں بھی اپنے ہدف اور مقصد کا حصول امامؑ کے پیش نظر ہےآپؑ اپنے اصحاب سے فرماتے ہیں:

اِنَّهُ قَدْ نَزَلَ مِنَ الْأَمْرِماقَدْ تَرَوْنَ وَاِنَّ الدُّنْيا قَدْ تَغَيَّرَتْ وَ تَنَكَّرَتْ وَأَدْبَرَمَعْرُوفُها وَاسْتَمَرَّتْ جِدّاًوَ لَمْ يَبْقَ مِنْها اِلاّ صُبٰابَةٌ كَصُبٰابَةِ الْاِنٰاءِ وَخَسيْسِ عَيْشٍ كَالْمَرْعَى الْوَبِيلِ، أَلا تَرَوْنَ أَنَّ الْحَقَّ لا يُعْمَلُ بِهِ وَاَنَّ الْباطِلَ لا يُتَنٰاهىٰ عَنْهُلِيَرْغَبَ الْمؤْمِنُ فى لِقٰاءِ اللّٰهِ مُحِقّاً، فَاِنّى لاأَرى الْمَوْتَ اِلاّ سَعادَةً وَالْحَيٰاةَ مَعَ الظّٰالِمينَ اِلاّ بَرَماً

ہمارے معاملے نے کیا صورت اختیار کرلی ہے اسے آپ دیکھ رہے ہیں۔درحقیقت حالات زمانہ دگرگوں ہوگئے ہیں، برائیاں ظاہر ہوئی ہیں اور نیکیوں اور فضیلتوں نے اپنا رُخ موڑ لیا ہےاچھائیوں میں سے صرف اتنا رہ گیا ہے جتنا برتن کی تہہ میں رہ جانے والا پانی اب زندگی ایسی ہی ذلت آمیز اور پست ہوگئی ہے جیسے کوئی سنگلاخ اور بنجر میدان۔کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ حق پر عمل

---

[1]:-موسوعہ کلمات الامام الحسینؑ ص ۳۴۱

نہیں ورہاہاور ۔ باطل سے پرہیز نہیں کیا جارہا؟ ایے حالات میں مومن کے یے بہتر ہے ، وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کی تمنا

کرے سچ ہے ، میں ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے و سوائے رنج و ذلت کے کچھ اور نہیں جھتا اور ایے حالات میں موت ہس و

عادت جھتا وں۔ [1] یہاں ہی فریضے کی ادائیگی ہی پیش نظر ہے، لیکن ذرابلندی پرنظر آتی ہےاس سے پہلے یک شہادت اور مارے

جانے کی بات نہ تی لیکن اب ان حالات میں س بات کا امکان ت زیادہ ہےایسا نہیں ہے۔ اس مرحلے میں امام سے حصول

شہادت کے یے آگے بڑھ رہے ہیںنہیں، حضرت حق کے دفاع اور باطل کی نابودی کے یے وشاں ہیں اور اس راہ میں قتل

ہی کیوں نہ وجائیں یہاں عبارت بدلتی ہے، تے ہیں:

میں ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے و رنج وذلت کے سوا کچھ اور نہیں جھتا اور ایے حالات میں موت ہی و عادت جھتا

وں۔

یہاں پھرمقصد اور ہدف واضح و روشن ہےوہی اوین مقصد اب ہی سامنے ہےلیکن اب س نے زیادہ قوت اور شدت حاصل کرلی

ہےکیونکہ اب مقصد کی راہ میں جانثاری کا تذکرہ ہی ہے۔

ان تمام کلمات و سامنے رکھیں تو جھ میں آتا ہے ، فریضے کی انجام دہی، یعنی حکومت کے خلاف جدوجہد کے ذریعے زندگی

کے تمام شعبوں میں سنتِ پیغمبرؐ کا احیا اور بدعتوں کا خاتمہ امام حسینؑ کا مقصد تھا امامؑ ترم بقدم اپنے فریضے کی انجام دہی کی

جانب بڑھے اور ہر موقع پر س کی مناسبت سے عمل کا اظہار کیا۔

بعض لوگ تے ہیں ، امام حسینؑ کا ترام ولیں حکومت کے یے تھا ان کی یہ بات ہمارے بیان کردہ اس مقصد اورہدف سے

ٹکراؤ نہیں رکھتی اور یہی بات ہے فریضے کی انجام دہی کے یے حکومت کے خلاف جہاد لازم تھا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی

ضروری تھا یہی فریضے اور ذمے داری کی انجام دہی ہے، اس کے سوا وئی اور چیز نہیں جے ایک دوسرے سے متصادم ہا جاسکے۔

۱:-موسوعہ کلمات الامام الحسینؑ ص ۳۵۵

شہادت امام ؑ کی آمادگی اور اس احساس

مدینہ سے مکہ اور پھر وہاں سے کربلا کی جانب سفر کے دوران امام حسین ؑ کے کلمات میں ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن میں امام حسین ؑ اپنی شہادت کی خبر دیتے نظر آتے ہیں مثلاً جب حضرت ؑ نے مدینہ سے سفر کیا ام سلمہ ؓ نے آپ ؑ سے کہا: "عراق کے لیے نہ نکلئے کیونکہ میں نے رسول اللہ ؐ سے سنا ہے آپ ؐ نے فرمایا ہے: میرا فرزند حسین عراق میں قتل کیا جائے گا۔" حضرت ؑ نے فرمایا:

وَ اللّٰهِ اِنّی مَقْتُولٌ كَذٰلِكَوَاِنْ لَمْ أَخْرُجْ اِلىَ الْعِرٰاقِ يَقْتُلُونی أَيْضاً

آپ صحیح فرماتی ہیں، میں اسی طرح قتل ہوؤں گا جس طرح آپ فرماتی ہیں اگر میں عراق نہ جاؤں تب بھی مجھے قتل کر دیں گے۔ (۱)

یہ وہ خبر ہے جو حضرت ام سلمہ کی حدیث کی تائید کرتی ہے حضرت ؑ نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے فرمایا:

اَتٰانی رَسُولُ اللّٰهِ بَعْدَ مٰا فٰارَقْتُكَ فقال:يٰاحُسَيْنُ أُخْرُجْ فَاِنَّ اللّٰه قَدْشٰاءَ اَنْ يَرٰاكَ قَتيلاً

آپ سے جدا ہونے کے بعد پیغمبرؐ میرے خواب میں آئے اور فرمایا: اے حسین ؑ نکل جاؤ! خدا کی مرضی یہی ہے کہ تمہیں مقتول دیکھے۔ (۲)

پھر مکہ میں ابن عباس اور ابن زبیر سے فرمایا:

اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ أَمَرَنی بِأَمْرٍ وَأَنَامٰاضٍ فيهِ

پیغمبر ؐ نے مجھے ایک حکم دیا ہے اور میں اس حکم کی تعمیل میں مشغول ہوں۔ (۳)

۱:- موسوعہ کلمات الامام الحسین ؑ ص ۲۹۳

۲:- موسوعہ کلمات الامام الحسین ؑ ص ۳۲۹

۳:- موسوعہ کلمات الامام الحسین ؑ ص ۳۲۵

بظاہر یہ حکم وہی بات ہے جو آپؑ نے خواب میں دیکھا تھا۔ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کا اقدام ایک پہلے سے طے شدہ ورثۂ عمل (program) تھا، جس کی انجام دہی پر امامؑ مامور تھے، بعید نہیں کہ ان لوگوں نے امامؑ کے انہی کلمات سے یہ نظریہ اخذ کیا ہو۔

میری نظر میں یہ بات درست نہیں ہے کہ پیغمبرؐ نے امام حسینؑ کی تحریک اور شہادت کا منصوبہ پہلے سے معین اور منظم کر رکھا تھا اور انہیں حکم دیا ہوا تھا کہ اسے تعبداً انجام دیں۔ اصولی طور پر بات یہ ہے کہ امام حسینؑ اس سفر کے دوران مختلف مواقع پر اپنی شہادت اور موت کو محسوس کر رہے تھے۔ یعنی ایسا نہیں تھا کہ آپؑ کو اپنی شہادت کا یقین ہو، البتہ آپؑ کو اس کا احساس اور گمان تھا۔ بعض لوگ (امام خمینیؒ کے فرزند) حاج آقا احمد خمینی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ یہ میری زندگی کا آخری برس ہے۔ کیا وہ (احمد خمینی) علمِ غیب رکھتے تھے؟

خود میں نے بہت سے بزرگ افراد سے سنا ہے کہ وہ بعض حادثات کو قبل از وقت محسوس کر لیتے تھے۔ مومن انسان اپنی موت کا وقت نزدیک آنے پر اُسے محسوس کر لیتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ امام حسینؑ نے جو خواب دیکھا اور جن کلمات میں حضرتؑ نے اپنی موت اور شہادت کا ذکر کیا، ان سے مجموعی طور پر یہ پتا چلتا ہے کہ آپؑ موت اور شہادت قبول کرنے پر تیار تھے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ حضرتؑ نے طے کر لیا تھا کہ وہ شہید ہوں گے اور آپؑ گئے ہی اس لیے شہادت کے لیے تھے، لہٰذا امام حسینؑ کا ہدف صرف شہادت تھا۔ امام حسینؑ شہادت کے لیے نہیں گئے تھے، بلکہ سنتِ پیغمبرؐ کے احیا اور بدعتوں کے خاتمے کے لیے آپؑ نے قیام فرمایا تھا، اب اگر اس اقدام کے نتیجے میں آپؑ کو شہادت قبول کرنا پڑے اس صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپؑ کا مقصد محض حصولِ شہادت تھا، بلکہ مقصد ایک ایسا امر تھا جسے انجام دینا لازم تھا، چاہے اس کی قیمت شہادت کی صورت میں ادا کرنی پڑے۔

امامؑ کی تریک اصلاح و

سوال: جناب عالی! آپ کی نظر میں امام حسینؑ کی تحریک اسلام کی حقیقی سیرت کے احیا کے لیے ایک اصلاحی قیام تھا کیا اس اصلاحی تحریک کے متعلق یہ تصور درست ہے کہ امامؑ کی اصلاحی تحریک کے دو پہلو تھے ایک اُس زمانے کے اسلامی سماج میں پائی جانے والی دینی فکر اور دینداری کی اصلاح اور دوسرا اُس دور کے سماجی اور حکومتی نظام کی اصلاح۔

جو کچھ ہم اسلام کے بارے میں جانتے ہیں، اجمالی طور پر وہ یہ ہے کہ اسلام میں دو گانگی نہیں ہےاسلام ایک ایسی حقیقت ہے جو سیاسی امور میں بھی دخل رکھتا ہے، ثقافتی، سماجی، اخلاقی، اقتصادی اور رفاہی امور میں بھیدرحقیقت اسلام ایک مجموعہ ہے کہ اگر اس کے تمام اجزا پر عمل ہو، تو یہ دنیا اورآخرت دونوں میں انسانوں کی سعادت کا ضامن ہے۔

اس امر (اسلامی نظام کے مکمل نفاذ) و جامہ عمل پہنانے کی ذمے داری حکومت پر عائد ہوتی ہےحکومت کا اس کے سوا کوئی کام نہیں۔ حکومت ہی کی ذمے داری ہے کہ وہ لوگوں کے اقتصادی امور کی بھی اصلاح کرے، معاشرے کی سیاست کو بھی صحیح خطوط پر چلائے، لوگوں کے عبادی امور کی انجام دہی کے لیے بھی راہ ہموار کرے، اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں سے بھی جنگ کرے، اچھے اخلاق کی ترویج بھی کرے، وغیرہ وغیر حکومتِ اسلامی مجموعاً ان تمام باتوں کی ذمے دارہے۔

وہ چیز جو امام حسینؑ کی نظر میں باعثِ تشویش تھی اور جس کی خاطر آپؑ نے قیام کیا، تحریک چلائی، وہ یہ تھی کہ آپ دیکھ رہے تھے کہ سیرتِ پیغمبرؐ ختم ہوچکی ہے اور اس کی جگہ دوسرے طریقے اختیار کرلیے گئے ہیں، ایسے طریقے جو اسلامی نہیں۔اگر پہلے حکومت دینی حدود میں ہوتی تھی، تو اب حکومت دین اور احکامِ شریعت کی پابندیوں سے آزاد ہوگئی ہے، ایک شہنشاہیت میں بدل گئی ہے۔ پہلے پیغمبر اسلامؐ معاشرتی امور اسلامی قوانین کی اساس پر چلاتے تھے، اب حاکم اپنی دلی خواہش کے مطابق عمل کررہا ہے۔ پہلے پیغمبرؐبیت المال و فقرا اور مساکین کے امور کی اصلاح کے لیے صرف کرتے تھے، اب اُسے حکومت بچانے کے لیے لٹایا جارہا ہےپہلے پیغمبراسلامؐ نے بعض کاموں کی ممانعت کی تھی، اب حکمراں خودانہی کاموں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اِس بات کی وضاحت کی ضرورت نہیں ۔ جب وئی عمل معاشرے کا حکمراں انجام دینے لگتا ہے، تو عام لوگوں میں بھی وہ عمل رائج ہوجاتا ہے عبادت میں بھی اسلام پر عمل نہیں ورہا تھا امام حسینؑ دیکھ رہے تھے ۔ حق کی پروا نہیں کی جاتی اور اِس پر عمل نہیں ہوتا آپؑ و بخوبی علم تھا ۔ نہی عن المنکر کرنے کے لیے اِس حکومت کے خلاف مختلف پہلوؤں میں جدوجہد کرنا ہوگی اور اِن مقصد کے لیے آپؑ نے اپنی تحریک کا آغاز کیا، حکومت وقت سے نابود کرنے اور اگر ممکن ہو تو حکومتِ حق کے قیام کے لیے اقدام کیا۔

امامؑ کی تحریک میں فریضے کی انجام دہی اور مقصد کے حصول کو کیسے یکجا کیا جائے؟

سوال: بعض محققین کہتے ہیں ۔ فریضے کی ادائیگی میں ہدف و غایت کو نہیں دیکھا جاتا یعنی انسان پر لازم ہے ۔ ہر صورت میں اپنا فرض ادا کرے، خواہ مقصد حاصل ہو یا نہ ہو۔ ولیکن آپنے اِن دونوں باتوں و یکجا قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ آپ اِن دونوں و یکجا کرنے کی وضاحت کس طرح کریں گے؟

اِن دونوں میں وئی ٹکراؤ نہیں، درحقیقت یہ ایک ہی چیز ہے امام حسینؑ کا مقصد تمام شعبوں میں حق کا احیا اور باطل کی نابودی تھا اس ہدف کے حصول کے لیے ضروری تھا ۔ امامؑ ایک راستہ اپنائیں امامؑ نے وہ راستہ تلاش کیا اور اس کا آغاز حکومت کے خلاف ردِ عمل اور اس سے ناراضگی کے اظہار سے کیا۔

اوّلین مرحلے ہی میں جب امامؑ نے یزید کی بیعت قبول نہ کی، تو اُن کے مقصد کا ایک حصہ مکمل ہوا اس مرحلے میں مقصد کے حصول کا راستہ حکومت کے خلاف ردِ عمل اور اس کی مخالفت تھا۔

میں پیغمبرؐ کا نواسہ اِس حکومت سے راضی نہیں، اِس کے افعال و پسند نہیں کرتا بس یہ حکومت ایک اسلامی حکومت نہیں ہے۔

اس عمل سے امامؑ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ بھی ادا کیا اور اپنے مقصد کو بھی حاصل کیا۔ بالفرض اس کے بعد امام حسینؑ کوئی قدم نہ اٹھا پاتے، تب بھی اپنے مقصد تک پہنچ چکے تھے۔ آپؑ کے مکہ جانے سے دوسرے مرحلے کا آغاز ہوا۔ اگر اس کے بعد کے مراحل بھی واقع نہ ہوتے، تب بھی امامؑ نے اپنا فریضہ انجام دے دیا تھا اور کامیابی حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد بھی اگر امامؑ جاتے اور حکومت کی تشکیل میں کامیاب ہوجاتے، تو اپنا مقصد پالیتے اور اگر حکومت حاصل نہ کر پاتے اور اس راہ میں جام شہادت نوش کرتے، تب بھی اپنے مقصد کو حاصل کرتے کیونکہ آپؑ کا مقصد امر بالمعروف اور سیرت پیغمبرؐ کا احیا تھا۔

حسینی تحریک کے اسباب اور مقاصد

تاریخ کے مختلف ادوار میں رونما ہونے والے بڑے بڑے انقلابات کی جمہوری یا استبدادی ماہیت ان انقلابات کے رہنماؤں کے افکار و نظریات کی عکاسی کرتی ہے بلکہ پاکیزہ اور مقدس تحریکوں کے اہداف و مقاصد انہیں غیر مقدس اور استبدادی تحریکوں سے جدا کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر رہنماؤں کے افکار و نظریات اور تحریکوں کے اغراض و مقاصد ہی کے ذریعے ان کے درمیان فرق قائم کیا جاتا ہے۔

آزادی بخش انقلابات، بد عنوان اور گھٹن زدہ معاشروں میں ناانصافی اور ظلم و ستم کے رد عمل میں رونما ہوتے ہیں۔ ۱۷۸۹ء میں رونما ہونے والا انقلابِ فرانس مزدوروں اور کسانوں پر طبقہ اشرافیہ کے مظالم کا نتیجہ تھا۔ یورپ کے علمی انقلاب (رنسانس، جو سولہویں صدی عیسوی میں رونما ہوا) کا ایک بڑا سبب کلیسا کی طرف سے دانشوروں پر مسلط کردہ دباؤ اور گھٹن کا ماحول تھا۔ غلامی اور نسلی امتیازات کے خلاف رونما ہونے والے انقلابات کی وجہ بھی آقاؤں اور نسل پرست حکمرانوں کی جانب سے روا رکھی جانے والی حق تلفی اور سخت گیری میں تلاش کی جانی چاہیے۔ آزادی بخش تحریکوں کا اصل اور بنیادی مقصد عوام کو سیاسی اور اقتصادی جبر سے نجات دلانا اور انفرادی اور اجتماعی آزادیوں کا حصول تھا۔

دینی تحریکوں امتیاز

تبدیلی اور انقلاب وجود میں لانے کے لیے انبیا اور اولیائے دین کے محرکات اور مقاصد دوسری تحریکوں سے مختلف ہوتے ہیں

انبیا نے انسانوں و صرف ظلم وستم سے نجات دلانے کے لیے قیام اور جد و جہد نہیں کی، بلکہ وہ دوسرے مقدس مقاصد کے حصول کے لیے بھی سرگرم عمل رہے تے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) انسانوں و بیہودہ عقائد، گمراہ زدہ زندگی، اخلاقی، اقتصادی اور معاشرتی خرابیوں سے نجات دلانا اس فریضے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

اور (رسول) ان پر سے احکام کے سنگین بوجھ اور قید و بند اٹھا دیتا ہے۔[۱]

(۲) باطل ادیان کی یلغار سے نجات دلانا۔

(۳) خدا کی بندگی کی طرف لانا۔

(۴) لوگوں پر خدا کی حاکمیت کا قیام۔

انبیا کی تحریکیں اخلاقی اقدار اور الٰہی قوانین کے رواج کے لیے ہوتی ہیں، ذاتی اغراض و مقاصد کا ان میں کوئی کردار اور حصہ نہیں ہوتا ایسا معاشرہ جس میں عدالت اور آزادی کا چلن ہو، جہاں قانون کی نظر میں سب مساوی ہوں اور جہاں برائی اور بدعنوانیوں وجڑ سے ختم کر دیا جائے، وہاں حکومتِ الٰہی کے قیام کے لیے حالات سازگار ہوتے ہیں اس تحریر کی روشنی میں اب ہم عاشورا کی تحریک کے فلسفہ اور اس کے مختلف محرکات کے بارے میں گفتگو کر سکتے ہیں۔

۱:- سورہ اعراف ۷ آیت ۱۵۷

امام حسینؑ نے اپنی تمام توانائیوں کے ساتھ برائیوں کے خلاف آرام اٹھایا تھا ۔ الٰہی اقدار اور فضیلتوں کی حکمرانی قائم کی جا سکےاس لحاظ سے عاشورا کی تحریک اور آزادی کی دوسری تحریکوں کے درمیان ہدف اور مقصد کا فرق نمایاں ہےجولوگ اس تحریک کو دوسری بشری تحریکوں ہی میں سے ایک تحریک سمجھتے ہیں، اُنہوں نے دراصل اس کے اہداف و مقاصد کو نہیں سمجھا ۔ اعلیٰ مرتبہ کے محققین نے بھی اس کے اسرار کے کسی خاص گوشے ہی سے پردہ اٹھایا ہے، لیکن اس کی بہت سی حکمتیں ابھی ہنوز پوشیدہ ہیں کیا اس تحریک کی وجہ(امام حسینؑ کی جانب سے) یزید کی مخالفت اور اُس کی بیعت سے روگردانی تھی؟ کیا تحریک کا محرک کوفیوں کی دعوت تھا؟ یا اس کاسبب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قیام تھا؟ یا ان مذکورہ عوامل کے علاوہ کوئی اور عامل انقلابِ کربلا کا موجب تھا؟

تحریف کرنے والے سادہ لوح افراد کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نےاپنے نانا کی گنہگار امت کی شفاعت کے لیے یہ قیام کیا یہ طرزِ فکر عیسائیوں کے اس عقیدے کی مانند ہے جو وہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں رکھتے ہیں۔

بعض دوسرے لوگ یزیدی حکومت کی نابودی، قبائلی رنجش اور بنی امیہ سے انتقام لینے وامام حسینؑ کی تحریک کا بنیادی مقصد قراردیتے ہیںکچھ مقدس اور محدث حضرات بھی امامؑ کے قیام کو ایک خاص غیبی دستورِ عمل(program) کی پیروی قرار دیتے ہیںجبکہ اگر ایسا ہو تو یہ قیام دوسروں کے لیےدرسِ عمل اور قابلِ پیروی نہیں رہتا۔

ایک اہلِ سنت عالم ''عبداللہ علائی'' لکھتے ہیں:

''ان بعض تاریخ نگاروں پر تعجب ہے جو ناانصافی کرتے ہوئے امام حسینؑ پر بغاوت کی تہمت لگاتے ہیں اور تلخ لہجے میں ان کا ذکر کرتے ہیںہمیں ان جوانمردوں کو داد دینا چاہیے جوبد عنوان حکومتوں کے خلاف جہاد کرتے ہیں،تاکہ ان حالات کو بدل کر مناسب اور مطلوب حالات وجود میں لائے جاسکیں اور ان لوگوں کے اخلاص، شرافت اور عزمِ صمیم سے معمور قلوب کو آفرین کہنا چاہیے ان جوانمردوں کے سالار حسین ابن علیؑ ہیں، حسینؑ جو حق کے مدافع اور نگہبان تھے، آپؑ نے اس مقصد کے لیے اپنے آپ

و آگ میں جھونک دیا وہ بخوبی جانتے تے ۔ دشمن نے یہ آگ آپ ؑ کی دعوت اور تحریک و ختم کرنے کے یے بھ کائی ہے لیکن امام ؑ کی آوازِ حق نے اس آگ و اور شعلہ ور کر دیا، وہ مزید بھ ک اٹھی اور اس کے شعلوں نے ان لوگوں و اپنی پیٹ میں لے کر برباد کر دیا جنہوں نے ناحق اس آگ و بھ کایا تھا۔'' (۱)

مشہور مصری مصنف '' عباس محمود عقاد'' لکھتا ہے:

'' حسین ؑ الٰہی اور روحانی شخصیت کے مالک تےان کا برپاکردہ انقلاب ان کی بلند مرتبہ، باصفا اور طاہری الٰہی روح کا عکاس ہےاس کے برعکس یزید صرف اِس دنیا کی مستی، وعشرت اور لذتوں پر یقین رکھتا تھا اور اس کے تمام اعمال پستی میں لے جانے والے تے۔'' (۲)

امام حسین ؑ کا قیام اسلام کی مانند وسیع اور جامع پہلوؤں کا حامل تھا ایک طرف تو یہ تمام انبیاء ؑ کے مقاصد کی تکمیل اور بقائے دین کا موجب تھا، تو دوسری طرف انسانی اقدار اور فضیلتوں کے احیاءاور بیدار ضمیروں اور سالم فطرتوں و ابھارنے کا باعث بنا ان بنا پر یہ دینی تحریکوں کے رہنماؤں کے یے آئیڈیل اورآزادی کی تمام تحریکوں کے یے نمونہ عمل بن گیا نیز مسلم رہنما بن اپنی قوموں کی نجات اور آزادی کے یے، امام حسین ؑ کے انقلاب سے رہنمائی یتے تے۔

عاشورا کی تحریک میں چند مسائل وبنیادی کردار حاصل ہے اورا نہیں انقلابِ کربلا کے اصولوں میں شمار کرنا چاہیےجبکہ دوسرے مسائل و اِن کی فرع سمجھنا چاہیے۔ بنیادی مسائل درجِ ذیل ہیں:

(ا) حکومت اور خلافتِ اسلامیہ کا تحفظ

حکومت کا موضوع ہمارے مکتب میں بنیادی ترین مسائل میں شمار ہوتا ہےامام محمد باقر ؑ کا ارشاد ہے:

بُنِی الْاِسْلامُ عَلیٰ خَمْسٍ:عَلَی الصَّلوٰ ۃِ وَ الزَّکوٰ ۃِ وَالصَّوْمِ وَ الْحَجِّ وَالْوِ لا یَۃِ وَلَمْ یُنادَ بِشَیْ ءٍکَمانودِیَ بَالْوِلایَہِ

۱:- موالات فی موالمنیص ۶

۲:- حیات الحسین ؑ ج ا ص ۵۶

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: نماز پر، زکات پر، روزے پر، حج پر اور ولایت پر، لیکن جتنی (اہمیت کے ساتھ) ولایت کی طرف دعوت دی گئی ہے اتنی کسی اور چیز کی جانب دعوت نہیں دی گئی۔ [۱]

گویا نماز، روزہ، حج اور زکات امت احکام میں سے ہیں اور لوگوں کو عام انداز میں ان کی طرف دعوت دی گئی ہے لیکن خداوند عالم نے ولایت پر خاص توجہ دی ہے کیونکہ حکومت دین کی حیات و روح اور احکام کے اجرا و نفاذ کا ذریعہ ہے جس طرح باطل حکومت تمام فضیلتوں کے خاتمے اور ہر قسم کی برائیوں کی نشو و نما کا سبب ہوتی ہے، اسی طرح حکومتِ حق برائیوں کی نابودی اور معنوی آثار اور فضائل کے رواج کا باعث ہوتی ہے۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اَوْلِیٰؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ

اللہ صاحبانِ ایمان کا ولی ہے اور وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے، اور کفار کے ولی طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں (سورۂ بقرہ ۲ آیت ۲۵۷) حکومتِ اسلامی میں حکمراں کی صلاحیت علم، تقویٰ، عدالت اور زہد و پارسائی پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد حکومت کے اپنے اصل راستے سے ہٹ جانے اور اہلِ بیت علیہم السلام کو ایک طرف کر دینے کے نتیجے میں طاقت اور مکروفریب کی حکمرانی کے لیے میدان ہموار ہو گیا یہاں تک کہ حضرت عثمان کے دور خلافت میں تمام حساس عہدوں پر بنی امیہ کے افراد بیٹھ گئے حضرت علیؑ کے بقول: وَقَامَ مَعَهُ بَنُوأَبِيهِ يَخْضَمُونَ مَالَ اللهِ خِضْمَةَ الْاِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِيعِ

اور ان کے ساتھ ان کے خاندان والے بھی کھڑے ہو گئے جو مال خدا کو اس طرح ہضم کر رہے تھے جس طرح اونٹ بہار کی گھاس کو چرتا ہے۔ [۲]

۱:- وسائل الشیعہ۔ ج۱۔ ص۴

۲:- نہج البلاغہ خطبہ ۳

اِس طرح بنی امیہ کی قوت میں اضافہ ہوا اور بیت المال میں اُن کاخوردبرد اوراُن کا ۔ وعشرت روز بروز بڑھنے لگا اِس صورتحال پر علمی شخصیات، بزرگ اصحابِ رسول، عام افراد اورحد ۔ہے ۔ ام المومنین حضرت عائشہ کی تنبیہ ۔ن کارگر ۔ وئیبلکہ لوگوں کے حقوق پر تجاوز، قانون شکنی، امت کی خواہشات اور مطالبات سے لا تعلقی، اپنے اعزہ و اقربا و معاملات میں شامل کرنے اور اصحابِ پیغمبر وعلیحدہ کرنے جیسے امور بڑھنے ہی لگےممتاز افراد نے حکومت سے علیحدگی اختیار کر لی اور مثبت و منفی، علانیہ اور خفیہ حکومت کے خلاف تحریک زور پکڑنے لگینیک سیرت افراد، علما اور گرامی قدر محدثین کلیدی ذمے داریوں اورحکومتی مناصب سے کنارہ ہو گئے۔امام کانے اِس خلا وپر کرنے کے لیے کعب الاحبار اور ابوہریرہ جیسے لوگوں کا سہارالیان لوگوں نے اس حکومت کے جواز اور استحکام کے لیے احادیث نبوی وضع کیںحضرت عثمان کے بعد ناانصافیوں سے تنگ آئے ہوئے عوام کے پرزور مطالبے پر حضرت علیؑ بار خلافت اٹھانے پر تیار ہوئےدورِ اقتدار میں آپؑ کو مسلسل جنگوں کا سامنا رہا، جس کے نتیجے میں معاویہ کی حکومت کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔

امام حسنؑ کو بحالتِ مجبوری معاویہ سے جنگ ترک کرنا پڑیامام حسینؑ ظلم وستم، بدعتوں کے رواج اور قتل و غارت گری کا بازار گرم دیکھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کافریضہ انجام دیتے رہے اور لوگوں کو بیدار کرتے رہے معاویہ کا سب سے بڑا مکروہ عمل یزید کوبطورِ ولی عہد مسلط کرنا اور خلافت کو اُس کے اصل راستے سے ہٹانا ہے۔

معاویہ کی موت کے بعداپنی نفسانی خواہشات کا غلام، کتوں سے کھیلنے والا یزید مسلمانوں کا حاکم بنا وہ مکالمے اور نصیحت سے ناآشنا تھا اسلام کو برباد کر دینے کے سوا اس کا کوئی اورمقصد نہ تھا یہ وقت ایک ایسی تحریک کا تقاضا کر رہا تھا جواسلام کو بربادی سے محفوظ رکھ سکےیزید خود کو امیر المومنین اورخلیفہ رسول کہتا تھا اس کے اس دعوے کے فریب میں صرف جاہل عوام اور لاعلم شامی ہی آ سکتے تھےالبتہ یزید کے علانیہ کفر آمیز اشعار، شراب نوشی، اور اس کے سابقہ قبیح کردار نیز بعض اصحابِ رسول کی جانب سے اس کی مخالفت نے بنی امیہ کی ''یزید کو خلیفہ المسلمین بنانے کی'' خواہش پوری نہ ہونے دیلیکن یزید کی حکومت کو جائز قرار دلوانے کے لیے انہوں نے '' شریح قاضی'' جیسے لوگوں کو تلاش کر ہی لیا۔

دوسری طرف امام حسینؑ اعلیٰ اسلامی اقدار کے احیا کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار تھے۔ جب آپؑ نے کربلا کی سمت سفر کا آغاز کیا، تو آپؑ کے بھائی محمد بن حنفیہ نے آپؑ سے کہا: اگر آپؑ سفر پر روانہ ہو ہی رہے ہیں، تو کم از کم ان عورتوں اور بچوں کو اپنے ہمراہ نہ لے جائیے امامؑ نے اُنہیں جواب دیا:

وَقَدْ شَاءَ اللہ اَنْ یَرَاهُنَّ سَبَایَا

اللہ کی مرضی ہے کہ یہ بندی قید کیے جائیں۔[1]

امامؑ کے اس قول سے پتا چلتا ہے کہ عاشورا کی تحریک کو ان پہلوؤں اور اس کے بعد کے حوادث کے اعتبار سے دوسری تمام تحریکوں سے ممتاز ہونا چاہیے، تاکہ وہ دوسروں کے لیے نمونۂ عمل اور آئیڈیل قرار پائے۔ ایک ایسی تحریک کو جس میں شیر خوار بچے سے لے کر اسّی سالہ بوڑھے تک جانثاری اور فداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حق کا پرچم بلند رکھیں، اپنا خون پیش کریں اور کربلا میں اس کارواں کی خواتین کے اسیر ہو جانے کے ذریعے بنی امیہ کی استبدادی حکومت کے زوال کے لیے زمین ہموار ہو۔

(۲) اسلام کی حفاظت اور دین کا احیا

اسلام کی حفاظت امام حسینؑ کی تحریک کا دوسرا محرک (motive) تھا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے بنی امیہ کے ہاتھوں اسلام کی تباہی کی راہ ہموار ہو رہی تھی، ان کا خفیہ ایجنڈا اسلام کی نابودی اور پیغمبر اسلامؐ کے نام و نشان کا مٹانا تھا۔ یہاں ہم عاشورا کے قیام کا اصل سبب واضح کرنے کے لیے امام حسینؑ کے کلمات اور تاریخی شواہد سے کام لیں گے۔

الف: ابو سفیان نے اپنے اقربا اور بیٹوں سے کہا تھا:

"خلافت ایک دوسرے کو منتقل کرتے رہنا، تاکہ یہ تمہاری اولادوں میں وراثت کے طور پر پہنچتی رہے۔"

۱:- لہوف ص ۲۷

ب: مسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

"مطرف بن مغیرہ نے کہا کہ معاویہ کے دربار میں میرے والد کی کافی آمد ورفت تھی اوروہ اکثر معاویہ کی تعریف و تمجید کیاکرتے تھے۔ایک روزوہ دربار سے واپس آئے تو بہت غم میں تھے اور مضطرب دکھائی دیتے تھے۔میں نے دریافت کیا: کیابات ہے آپ کیوں دل گرفتہ اور ملول نظر آ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے معلوم نہ تھا کہ معاویہ ایسا شخص ہے۔ اب مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ تو ہمارے زمانے کا سب سے زیادہ خراب آدمی ہے۔میں نے پوچھا: بتایئے تو ہوا کیا ہے؟ کہا: میں نے اس سے کہا کہ اب جبکہ تم نے اپنا مقصود حاصل کر لیا ہے، تو اپنی عمر کے اس آخری حصے میں لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، اور بنی ہاشم پر ظلم چھوڑدو، تاکہ تمہارے بعد تمہارا نام احترام اور نیکی کے ساتھ لیا جائے۔ اس پر معاویہ نے کہا: افسوس، افسوس ابوبکر نے عدل و انصاف سے کام لیا لیکن دنیا سے گزر جانے کے بعد اُن کا نام تک باقی نہ بچا۔عمر اور عثمان بھی اسی طرح کہ نام گزر گئے لیکن یہ برادر ہاشمی! تمام اسلامی شہروں میں ہر روز پانچ مرتبہ اذان میں اس کی گواہی دی جاتی ہے۔اب نیک نامی کے لیے کونسا عمل باقی رہا ہے۔" (۱)

اس حقیقت کی بنا پر امام حسینؑ کے کلمات اور خطبات سے معلوم ہوتا ہے امامؑ اسلام اور قرآن کے لیے پائے جانے والے ایک بڑے خطرے سے پردہ ہٹاتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اہلِ کوفہ کی دعوت اور یزید کا بیعت طلب کرنا فرعی مسائل ہیں، اصل چیز بقائے اسلام اورحکومت کا قیام ہے۔ اس بارے میں امامؑ کے کلمات اور خطبات ملاحظہ ہوں:

۱:- مروج الذہب ج۲ص ۲۶۶

(ا) معاویہ کی موت سے دوسال قبل امام حسینؑ نے مکہ میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

اَمّا بَعْدُ فَاِنَ هٰذِه الطّاغِيَةَ قَدْ فَعَلَ بِنٰا وَ بِشيعَتِنٰا مٰاقَدْ رَأَيْتُمْ وَعَلِمْتُمْ وَشَهِدْتُمْ وَانّى اُريدُ أَنْ أَسأَلَكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاِنْ صَدَقْتُ فَصَدِّ قُونى، وَاِنْ كَذِبْتُ فَكَذِّبُونى، اِسْمَعُوا مَقٰالَتى وَاكْتُبُوا قَوْلى ثُمَّ ارْجِعُوااِلىٰ اَمْصٰارِكُمْ وَقَبٰاءِلِكُمْ فَمَنْ آمَنْتُمْ مِنَ النّٰاسِ وَوَثِقْتُمْ بِهِ فَادْعُوهُمْ اِلىٰ مٰا تَعْلَمُونَ مِنْ حَقِّنٰا فَاِنّى أَ تَخَوَّفُ اَنْ يَدْرُسَ هٰذَا الْاَمْرُ وَيَذْهَبَ الْحَقُّ وَيُغلَبَ، وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْكَرِهَ الْكٰافِرُونَ

ا ِس شخص نے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے ساتھ جو ظلم وستم روا ر ا واہے، وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ کے علم میں ہے اور آپ اس کے گواہ ہیں۔ آج میں آپ سے کچھ اورکے بارے میں گفتگوکر ۔ا چاہتاہوں ۔اگر میں حقائق بیان کروں، تو میری تصدیق کیجیے گااورصحت ِ دیگر بلا جھجک میری بات جھٹلا دیجیے گامیری باتوں و سنیے اور انہیں لکھ لیجیے، پھر ب اپنے شہروں وبٹیے اور اپنے قبیلوں میں واپس جایئے، تو اپنے قابلِ اعتماد ہ و گوں و ہمارے اور ہمارے حق کے بارے میں جو کچھ جانتے ہوں اُس کی دعوت دیجیے کیونکہ مُجے خدشہ ہے ۔ ہمیں یہ دین حق فرسودہ و کر سرے سے ختم ہی نہ و جائےاور خداوند ِ تروس اپنے نور و مکمل کر دیتا ہے چاہے انکار کرنے والوں کے یے یہ کتنا ہی ناگوار و۔[1]

(۲) مدینہ میں یزید کے گورنر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے جب امامؑ سے یزید کی بیعت کا تقاضا کیا، تو آپؑ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا:

أَيُّهَا الْأَميرُ! انّا أَهْلُ بَيْتِ النُّبُوَّة وَمَعْدِنُ الرِّسٰالَةِ وَمُخْتَلَفُ الْمَلاٰءِكَةِ وَبِنٰافَتَحَ اللّٰهُ وَبِنٰاخَتَمَ، وَيَزيدُ رَجُلٌ فٰاسِقٌ شٰارِبُ خَمْرٍ قٰاتِلُ النَّفْسِ الْمُحَرَّمَةِ مُعْلِنٌ بِالْفِسْقِ، وَمِثْلى لاٰيُبٰايِعُ لِمِثْلِه، وَلٰكِنْ نُصْبِحُ وَ تُصْبِحُونَ وَنَنْتَظِرُوَتَنْتَظِرُونَ أَ يُّنٰاأَحَقُّ بِالْخِلاٰفَةِ وَالْبَيْعَةِ

ا:- مقتلِ مقرم ص ۱۲۷، مقتلِ امین ص ۲۲

اے امیر! ہم اہلِ بیتِ نبوت اور معدنِ رسالت ہیں، ہمارے ہی یہاں فرشتوں کی آمد و رفت رہی ہے، ہم ہی سے خدا نے آغاز کیا اور ہم ہی پر اختتام کرے گا یزید ایک فاسق شخص ہے جو شراب پیتا ہے، نیک لوگوں و قتل کرتا ہے اور فسق و فجور کا کھلا ارتکاب کرتا ہے مجھ جیسا انسان اُس جیسے شخص کی بیعت نہیں کر سکتا لیکن ہم صبح تک دیکھتے ہیں تم بھی دیکھو، ہم انتظار کرتے ہیں، تم بھی انتظار کرو کہ ہم میں سے کون خلافت اور بیعت کا زیادہ حق دار ہے۔ (۱)

(۳) مروان بن حکم سے آپؑ کی ملاقات ہوئی، تو اُس نے کہا کہ آپؑ یزید کی بیعت کر لیجیے، دنیا اور آخرت میں آپؑ کی بھلائی اسی میں ہے۔ یہ سن کر امامؑ نے دو ٹوک الفاظ میں فرمایا:

اِنّالِلّٰهِ وَاِنّااِلَیْهِ راجِعُونَ وَعَلَی الْاِسْلامِ اَلسَّلامُ اِذْ قَدْبُلِیَتِ الْأُمَّةُ بِراعٍ مِثْلِ یَزِیدَ، وَلَقَدْسَمِعْتُ جَدّی یَقُولُ:اَلْخِلا فَةُ مُحَرَّمَةٌ عَلیٰ اٰلِ ابی سُفْیٰان

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون (یعنی اب ہمیں اسلام پر فاتحہ پڑھ لینی چاہیے اور اسلام کو الوداع کہہ دینا چاہیے) اب امت یزید جیسے حاکم کے شکنجے میں آ گئی ہے میں نے اپنے نانا رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے: خلافت آلِ ابو سفیان کے لیے حرام ہے (۲)

(۴) معروف مؤرخ طبری کہتا ہے کہ امام حسینؑ نے "ذی حسم" کے مقام پر درج ذیل مضمون کا ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

اِنَّهُ قَدْ نَزَلَ مِنَ الْأَمْرِماقَدْ تَرَوْنَ وَاِنَّ الدُّنْیا قَدْ تَغَیَّرَتْ وَ تَنَکَّرَتْ وَأَدْبَرَمَعْرُوفُها وَاسْتَمَرَّتْ جِدّاًوَ لَمْ یَبْقَ مِنْها اِلاّ صُبٰابَةٌ کَصُبٰابَةِ الْاِنٰاءِ وَخَسِیْسِ عَیْشٍ کَالْمَرْعَی الْوَبِیلِ

۱:- امالی صدوق ص ۱۳۰

۲:- مقتلِ مقرم ص ۱۳۰، لہوف ص ۱۳، مثیر الاحزان ص ۱۰

تم دیکھ رہے ہو کہ حالات یہاں تک پہنچ گئے ہیں، دنیا بدل گئی ہے، اس کی اچھائیاں ختم ہو گئی ہیں اور برائیاں چھا گئی ہیں، اب اس میں سے اتنا بچا ہے جتنا برتن کی تہہ میں بچ رہنے والے چند قطرے اور ایسی ذلت آمیز زندگی جیسے سخت اور بنجر زمین۔ [1]

اس کے بعد فرماتے ہیں:

أَلاٰ تَرَوْنَ أَنَّ الْحَقَّ لاٰ يُعْمَلُ بِهِ وَانَّ الْبٰاطِلَ لاٰ يُتَنٰاهىٰ عَنْهُلِيَرْغَبَ الْمؤْمِنُ فى لِقٰاءِ اللّٰهِ مُحِقّاً

کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل کی روک تھام کی کوشش نہیں کی جاتی، ایسے حالات میں مومن کو خدا سے ملاقات کی آرزو کرنی چاہیے[2] فَاِنّى لاٰأَرَى الْمَوْتَ اِلاّٰ سَعادَةً وَالْحَيٰاةَ مَعَ الظّٰالِمينَ اِلاّٰ بَرَماً۔ میں تو ایسی موت کو سعادت سمجھتا ہوں اور ظالمین کے ساتھ زندہ رہنے کو ذلت[3]

سَاَمْضِى وَمٰابِالْمَوْتِ عٰارٌعَلَى الْفَتىٰ

اِذٰا مٰانَوىٰ حَقّاً وَجٰاهَدَ مُسْلِماً

وَوٰاسَى الرِّجٰالَ الصّٰالِحِينَ بِنَفْسِهِ

وَفٰارَقَ مَثْبُوراًوَخٰالَفَ مُجْرِماً

فَاِنْ عِشْتُ لَمْ اَنْدَمْ وَاِنْ مِتُّ لَمْ أُلَمْ

كَفىٰ بِكَ ذُلاًّ أَنْ تَعيشَ وَتَرْغَمٰا

۱:۔ مقتلِ مقرم ص ۱۳۰، لہوف ص ۱۳

۲:۔ تحف العقول ص ۱۷۴، تاریخِ طبری ج ۷ ص ۳۰۰، لہوف ص ۶۹، تاریخِ ابن عساکر ص ۲۱۴، مثیر الاحزان ص ۲۳۰، مقتلِ خوارزمی ج ۲ ص ۵

۳:۔ بلاغۃ الحسینؑ ص ۸۶

میں یہی راہ اپناؤں گا جواں مرد کے لیے موت عیب نہیں اگر وہ حق کی راہ میں اور اسلام کی خاطر مصروفِ جہاد ہو، پھر جبکہ وہ صالح انسانوں کی مدد کرتے ہوئے اپنی جان نثار کر دے، ظالموں سے دور ہو اور مجرموں کا مخالف اگر زندہ رہا تو مجھے کوئی پشیمانی نہیں ہوگی اور نہ ہی مارے جانے کی صورت میں کوئی رنج۔ جبکہ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ تم یہ ذلت بھری زندگی بسر کرو[1]

(۵) امام حسینؑ نے مکہ تشریف لانے کے بعد بصرہ کے عمائدین اور سرداروں میں سے مالک بن مسمع، احنف بن قیس، منذر بن جارود، مسعود بن عمرو، قیس بن الہیثم اور عمرو بن عبید کے نام ایک خط لکھا، جس میں فرمایا:

أَمّٰابَعْدُ:فَاِنَّ اللہَ اصْطَفٰیٰ مُحَمَّداً (ص) مِنْ خَلْقِہِ، وَأَکْرَمَہُ بِنُبُوَّتِہِ، وَاخْتٰارَہُ لِرِسٰالَتِہِ، ثُمَّ قَبَضَہُ اِلَیْہِ وَقَدْ نَصَحَ لِعِبٰادِہِ وَبَلَّغَ مٰااُرْسِلَ بِہِ(ص) وَکُنّٰاأَہْلَہُ وَأَوْلِیٰاءَ ھُ وَأَوصِیٰاءَ ھُ وَوَرَثَتَہُ وَأَحَقَّ النّٰاسِ بِمَقٰامِہِ فِی النّٰاسِ، فَاسْتَأْ ثَرَعَلَیْنٰا قَوْمُنٰابِذٰلِکَ، فَرَضِینٰاوَکَرِھْنَا الْفُرْقَۃَ وَأَحْبَبْنَاالْعٰافِیَۃَ، وَنَحْنُ نَعْلَمُ أَنّٰاأَحَقُّ بِذٰلِکَ الْحَقِّ الْمُسْتَحَقِّ عَلَیْنٰا مِمَّنْ تَوَلّٰاہُ وَقَدْ بَعَثْتُ رَسُولِی اِلَیْکُمْ بِھٰذَا الْکِتٰابِ، وَأَنٰاأَدْعُوکُمْ اِلیٰ کِتٰابِ اللہِ وَ سُنَّۃِ نَبِیِّہِ(ص)، فَاِنَّ السُّنَّۃَ قَدْاُمیتَتْ، وَالْبِدْعَۃَ قَدْ اُحیِیَتْ، فَاِن تَسْمَعُوا قَوْلِی اَھْدِکُمْ اِلیٰ سَبِیلِ الرَّشٰادِ، وَالسَّلاٰمُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَ بَرَکٰاتُہُ

اما بعد! خدا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مخلوقات میں سے منتخب کیا، نبوت سے انہیں بزرگی بخشی اور رسالت کے لیے ان کا انتخاب کیا اور جب انہوں نے رسالت کے فریضے کو حسن و خوبی انجام دے لیا اور بندگانِ خدا کی ہدایت اور رہنمائی فرما چکے، تو حق تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ ہم لوگ ان کے اہل، وصی، وارث اور تمام امت میں ان کے مقام کے سب سے زیادہ حقدار تھے لیکن ایک گروہ نے ہمارا یہ حق ہم سے چھین لیا اور ہم نے یہ جاننے کے باوجود کہ ہم ان لوگوں سے

۱:- ۱ ابج ۳ص ۲۸۰، تاریخ طبری ج۳ص ۲۸۰، مثیر الاحزان ص ۲۸۰

زیادہ لائق اور حقدار ہیں امت و اختلاف اور انتشار سے بچانے اور دشمنوں کے تسلط سے محفوظ رکھنے کے لیے اس صورتحال پر ر۱۰ و رغبت کا اظہار کیا اور مسلمانوں کے امن و سکون و اپنے حق پر ترجیح دی البتہ اب میں نے اپنا پیغام رسال تمہاری طرف بھیجا ہے اور تمہیں کتابِ خدا اور سنتِ پیغمبرؐ کی طرف دعوت دے رہا ہوں کیونکہ اب ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں سنتِ رسولؐ مٹا دی گئی ہے اور اس کی جگہ بدعت نے لے لی ہے اگر تم نے میری بات سنی تو میں عادت اور خوش بختی کے راستے کی جانب تمہاری ہدایت کروں گا والسلام علیکم و رحمة اللہ و برکاتہ۔ (۱)

امام حسینؑ اپنی شہادت، عاشورا کی تحریک کے ثمرات اوراپنے اہلِ بیتؑ کی اسیری سے پوری طرح واقف تھے نیز آپؑ جانتے تھے دین کی بقا اور اس کے احیا کے لیے جہاد و شہادت کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہا ہے۔

لَوْكُنْتُ فی جُحْرِهٰامَّةٍ مِنْ هٰذِهِ الْهَوَامِّ لَاَسْتَخْرَجُونی حَتّٰی يَقْضُوا فِیَّ حَاجَتَهُمْ

اگر میں حشرات کے بلوں میں کسی جا چھپوں، تب بھی یہ لوگ مجھے وہاں سے نکال لیں گے تا کہ اس طرح اپنا مقصد پورا کر لیں۔

امامؑ کے پاس صرف دو راستے تھے یا تو جہاد و شہادت کی راہ اپنائیں یا کفر و گمراہی کا راستہ منتخب کریں، تیسری کوئی راہ نہ تھی ظاہر ہے امام حسینؑ نے پہلا ہی راستہ اختیار کیاکیونکہ یزیدی حکومت اسلام و صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر کمر بستہ تھی اور عامۃ الناس کا جہل اور لاعلمی ان کے اس مقصد کی تکمیل میں ان کی مدد کر رہے تھے انہیں زیارتِ اربعین کے ایک حصے میں اس بات کی جانب ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے:

وَبَذَلَ مُهْجَتَهُ فيکَ لِيَسْتَنْقِذَ عِبٰادَکَ مِنَ الْجَهٰالَةِ وَحَيْرَةِ الضَّلاٰلَةِ

اور تیری راہ میں اپنا خون نچھاور کیا تا کہ تیرے بندوں و جہالت اور گمراہی کی سرگردانی سے نجات دلائیں۔ (۲)

۱:۔ تاریخ طبری ج ۳ص ۳۰۶، الکامل فی التاریخ۔ ج۲۔ ص ۵۵۲، احقاق الحق۔ ج۱۱۔ ص ۶۰۹، وقعہ الطف ص ۱۷۲، مقتلِ خوارزمی۔ ج۱۔ ص ۲۲۴، انساب الاشراف ج ۳ص ۱۷۱

۲:۔ مفاتیح الجنان ص ۸۵۶

عاشورا کا قیام صرف اس لیے نہ تھا کہ امامؑ یزید کی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے، کیونکہ اگر صرف بیعت نہ کرنا مقصود ہوتا، تو امامؑ اِس علاقے سے چلے جاتے اور جزیرہ عرب سے باہر نکل جاتے جس طرح اور بہت سے لوگ فتنے کے مقام سے دور چلے گئے اور بیعت نہ کی اور نہ ہی آپؑ کے قیام کا محرک کوفیوں کی دعوت پر لبیک کہنا تھا کیونکہ ایک تو امامؑ انہیں خوب اچھی طرح جانتے تھے (اِس بات کی جانب محمد بن حنفیہ نے بھی آپؑ کو متوجہ کیا تھا کہ اہلِ کوفہ بے وفا ہیں، انہوں نے آپؑ کے والد اور بھائی کے ساتھ بھی بے وفائی کی تھی) دوسرے یہ کہ امامؑ کے لیے حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شہادت بھی کوفہ کی جانب سفر ترک کر دینے کے لیے کافی تھی۔

در اصل اِس مقدّس تحریک میں امامؑ کے پیشِ نظر دو بنیادی مقاصد تھے۔

*ایک دین کو نابودی سے بچانا اور اسلام و قرآن کی بقا۔

* اور دوسرا بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ، خلافتِ اسلامیہ کا تحفظ اور اِس کے موروثی ہونے کی بدعت کے خلاف جہاد۔

امامؑ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، بیعت سے پرہیز اور کوفیوں کی دعوت قبول کرنے کی بابت جو کچھ فرمایا، وہ دراصل لوگوں کو آگاہ کرنے، حالاتِ حاضرہ پر ان کی توجہ مبذول کرانے، اُن پر اتمامِ حجت کرنے اور اپنے آپ کو امام نہاد خلیفۃ المسلمین کے خلاف خروج کی تہمت سے بچانے کے لیے تھا۔

کتاب ''العواصم والقواصم'' میں ابن عربی نے لکھا ہے : ''حسینؑ اپنے جد کی تلوار سے قتل ہوئے۔ کیونکہ جب لوگوں نے یزید کی بیعت کرلی اور اربابِ حل و عقد کے اجماع کے ذریعے اُس کی خلافت پر اتفاق ہو گیا، تو حسینؑ نے بلا کسی جواز کے اپنے زمانے کے امام (یزید) کے خلاف خروج کیا، جو اُن کے قتل کا سبب بنا۔''

یہی وجہ تھی کہ امامؑ نے ہر ہر قدم پر یزید کے فاسق و فاجر اور ظالم ہونے کا اعلان کیا اور خلافت کے لیے اپنی لیاقت اور اولویت کا بارہا ذکر کیا نیز واضح کیا کہ خرابی کی جڑ حکومتِ یزید ہے اور بس۔

(۶) امام حسین ؑ نے معاویہ کی زندگی کے آخری ایام میں اصحابِ رسول اور تابعین کو خطوط تحریر کر کے انہیں منیٰ آنے کی دعوت دی، اور وہاں ان کے سامنے ایک تقریر کی۔

اس تقریر میں حکومت کے بارے میں ان (اصحاب و تابعین) کی سنگین ذمے داری کی جانب انہیں متوجہ کرنے اور یہ ثابت کرنے کے بعد کہ معاشرتی امور کی باگ ڈور علمائے ربانی کے ہاتھوں میں ہونی چاہیے فرمایا :

فَأَنْتُمُ الْمَسْلُوبُونَ تِلْکَ الْمَنْزِلَةَ، وَمٰاسُلِبْتُمْ ذٰلِکَ اِلاّٰ بِتَفَرُّقِکُمْ عَنِ الْحَقِّ وَاخْتِلاٰفِکُمْ فِی الْسُنَّةِ بَعْدَالْبَیِّنَةِ الْوٰاضِحَةِ، وَلَوْصَبَرْتُمْ عَلَی الْأَذیٰ وَتَحَمَّلْتُمُ الْمَؤُونَةَ فِی ذٰاتِ اللهِ کٰانَتْ اُمُورُاللهِ عَلَیْکُمْ تَرِدُ، وَعَنْکُمْ تَصْدُرُ، وَاِلَیْکُمْ تَرْجِعُ

تم جو مقام و منزلت رکھتے تھے وہ تم سے چھین لی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ تم حق کے بارے میں تفرقے کا شکار ہوئے اور سنتِ پیغمبر کی اتباع کے واضح اور روشن راستے میں باہم اختلاف کیا اگر تم سختیوں پر صبر کرتے اور راہِ خدا میں مشکلات برداشت کرتے، تو امورِ الٰہی تمہارے سپرد ہوجاتے، حکومتی معاملات کی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں ہوتی، تم فیصلے صادر کرتے اور لوگ اپنی حاجات کے سلسلے میں تم سے رجوع کرتے۔

وَلٰکِنَّکُمْ مَکَّنْتُمُ الظَّلَمَةَ مِنْ مَنْزِلَتِکُمْ، وَأَسْتَسْلَمْتُمْ اُمُورَاللهِ فِی أَیْدیهِمْ یَعْمَلُونَ بِالشُّبُهٰاتِ وَ یَسیرُونَ فِی الشَّهَوٰاتِ

لیکن تم نے ذلت آمیز خاموشی کے ذریعے قوت و قدرت ظالموں کے لیے چھوڑ دی، امورِ الٰہی ان کے سپرد کر دیے، تو اب وہ شبہات پر عمل کرتے ہیں اور شہوات و خواہشات میں ڈوبے ہوئے ہیں[1]

(۷) مکہ یا بیضہ کے مقام پر آپ ؑ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں اللہ رب العزت کی حمد و ثنا کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سے آغاز کیا اور فرمایا :

۱:- تحت العقول ص ۲۳۷

أَيُّهَاالنَّاسُ !اِنَّ رَسُولَ اللهِ (ص) قٰالَ:مَنْ رَأىٰ سلْطٰاناً جٰائراً مُسْتَحِلاّ َلِحَرامِ اللهِ، نٰاكِثاً لِعَهْدِاللهِ، مُخَالِفاً لِسُنَّتِه رَسُولِ اللهِ، يَعْمَلُ فِى عِبٰادِاللهِ بِالْاِ ثْمِ وَالْعَدْوٰانِ، فَلَمْ يُغَيِّرْعَلَيْهِ بِفِعْلٍ وَلاٰ قَوْلٍ، كٰانَ حَقّاً عَلَى اللهِ أَنْ يُدْخِلَهُ مُدْخَلَهُ

اے لوگو ! رسول اللہؑ نے فرمایا ہے: جو وئی ن ایے ظال حکمراں و دیکھے جو خدا کے حرام کیے وئے و حلال قرار دے، اللہ رب العزت سے کیے وئے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کرے، سنتِ رسول کی مخالفت کرے اور لوگوں سے ظالمانہ سلوک کرے، تو اس (شخص) پر واجب ہے ہ اپنے قول یا عمل سے اس حکمراں کی مخالفت کا اظہار کرے اگر وہ ایسا نہ کرے، تو خداوند عال و حق ہے ہ اسے ان ہِ س ظال حکمراں کے ٹھکانے میں جگہ دے۔

اس کے بعد فرمایا:

اِنَّ هٰؤُلاٰءِ قَوْمٌ لَزِمُوا طٰاعَةَ الشَّيْطٰانِ وَتَرَكُواطٰاعَةَ الرَّحْمٰانِ وَ أَظْهَرُوُا الْفَسٰادَ، وَعَطَّلُوا الْحُدُودَ، وَاسْتَأْثَرُوابِالْفَيْءِ، وَأَحَلّوُا حَرٰامَ اللهِ، وَحَرَّمُواحَلاٰلَهُ، وَأَنٰا أَحَقُّ مَنَ غَيَّرَ''

دیکھو ان لوگوں نے خود و شیطان کی پیروی کا پابند کر لیاہے، خدا کی اطاعت ترک کردی ہے، برائیوں و علانیہ کر دیا ہے، حدود الٰہی و معطل کیے وئے ہیں، اور (میں حسین ابن علیؑ ا) س صورتحال پر عمل کے اظہار اور معاشرے میں انقلاب اور تبدیلی کے لیے آرام کا دوسروں سے زیادہ ذمے دار وں۔ (۱)

(۸) امام حسینؑ نے متعدد مواقع پر خلافت کے لیے اپنی لیاقت کی جانب اشارہ کیا اور ان پر اپنی جدوجہد کی بنیاد استوار کی حضرتؑ نے نمازِ ظہر کے موقع پر '' حرابن یزید ریاحی'' کے سامنے خطاب کرتے وئے فرمایا :

أَمّابَعْدُ، أ يُّهَاالنَّاسُ! فَاِنَّكُمْ اِنْ تَتَّقُوااللهَ وَتَعْرِفُوا الحَقَّ لِاَهْلِهِ يَكُنْ اَرْضىٰ لِلّٰهِ، وَنَحْنُ اَهْلُ بيْتِ مُحَمَّدٍ اَوْلىٰ بِوِلاٰيَةِ هٰذَاالْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلاٰءِ الْمُدَّعِينَ مٰا لَيْسَ لَهُمْ وَالسّٰائرينَ بِالْجَوْرِوَالْعُدوٰانِ

۱- کامل ابن اثیر ج۲۔ ص۵۵۲، لہوف ص۳۴، اعیان الشیعہ ج۱ص۵۹۶، وقعہ الطف ص۱۷۱، بحارالانوار ج۴۴۔ ص۳۷۷

لوگو ! اگر تم خوف خدا رکھو اور اہل حق کو پہچانو تو یہ خدا کی خوشنودی کا باعث ہو گا۔ اور ہم اہلِ بیتِ پیغمبر لوگوں کی ولایت و رہبری کے لیے ان (بنی امیہ) سے زیادہ اہل اور لائق ہیں،وجو ناحق اس مقام کے دعویدار بن بیٹھے ہیں اور جنہوں نے ہمیشہ ظلم و ستم اور خدا سے دشمنی کا راستہ اختیار کیا ہے۔ (۱)

امام حسین کی تحریک ایک ایسی حکومتِ حق کے قیام کے لیے تھی جو بقائے اسلام کی ضامن ہو۔ آپ کا اپنے وصیت نامے میں شہادتین کے اظہار اور قبر و قیامت کی حقانیت کے اعتراف کے بعد یہ فرمانا: '' وَ أَنّی لَمْ أَخْرُجْ أشِراًوَلاٗبَطِراًوَلاٗ مُفْسِداًوَلاٗظَالِماً'' (میں سرکشی کے ارادے سے نہیں نکل رہا ہوں اور نہ ہی میرا مقصد فساد پھیلانا یا کسی پر ظلم کرنا ہے) اس لیے تھا کہ اپنی تحریک کو دشمنوں کی تہمتوں اور ناروا الزامات سے محفوظ رکھیں مبادا وہ آپ کو خارجی اور مرتد کہیں(نعوذ باللہ)۔ اسی طرح جیسے انہی لوگوں نے حضرت علی کو(نعوذ باللہ) کافراور تارک الصلوٰۃ کہا تھا۔

امام نے اپنے کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا :

وَاِنَّمَاخَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلاَحِ فِی اُمَّةِ جَدّی

میں اپنے نانا کی امت کی اصلاح کی غرض سے نکل رہا ہوں۔

آپ اپنی تحریک کو امت کی اصلاح کا ذریعہ سمجھتے تھے وہ امت جس پر ظلم و ستم، جرم و جہالت کی حکومت تھی اور جس کا حاکم بغیر کسی خوف اورڈر کے اسلام کو مٹانے کے راستے تلاش کر رہا تھا، جھجک کر آمیز اشعار پڑھتا تھا آپ نے دوران تحریک جب کبھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر کیا، تو آپ کے پیشِ نظر حکومت ہوا کرتی تھی عوام نہیں۔ جس طرح منیٰ میں اپنے خطاب کے دوران سورہ توبہ کی آیت نمبر۷۱ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

۱:- مقتلِ خوارزمی ج۱ص۲۳۲، الفتوح ج۵ص۸۷،تاریخ طبری ج۳- ص ۳۰۶

فَبَدَأَللهُ بِالْأَمْرِبِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِفَرِيضَةً مِنْهُ لِعِلْمِهِ بِأَنَّهٰا اِذٰاأُدِّيَتْ وَأُقِيمَتْ اِسْتَقٰامَتِ الْفَرٰاِئضُ كُلُّهٰا هَيِّنُهٰاوَصَعْبُهٰا، وَذٰلِكَ أَنَّ الْأَمْرَبِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْىَ عَنِ الْمُنْكَرِدُعٰاءٌ اِلَى الْاِسْلاٰمِ مَعَ رَدِّ الْمَظٰالِمِ وَمُخٰالَفَةِ الظّٰالِمِ، وَقِسْمَةِ الْفَيْىءِ وَالْغَنٰاءِمِ وَأَخْذِالصَّدَقٰاتِ مِنْ مَوٰاضِعِهٰا وَوَضْعِهٰا فِى حَقِّهٰا

(مذکورہ آیہ کریمہ میں) خداوند عالم نے پہلا فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دیا ہے، سب سے پہلے اس کو واجب کیا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر یہ فریضہ انجام دیا جاتا رہے اور لوگ اس حکم کی پابندی کریں، تو سارے سخت اور سہل فرائض خود بخود ادا ہو جائیں گے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر درحقیقت لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا، مظلوموں کے حقوق کی بازیابی، ظالموں کی مخالفت، لوگوں کے مال اور جنگی غنائم کی عادلانہ تقسیم، صدقات کی صحیح صحیح جگہوں سے وصولی اور اُن کی درست تقسیم ہے۔

یہ ہماری مختصر گزارشات تھیں امام حسینؑ کی تحریک کے اسباب اور مقصد کے بارے میں، امید ہے امامؑ کی راہ پر چلنے والوں کے لیے مفید اور قابلِ تقلید ثابت ہوں گی۔

فہرست

عرضِ ناشر 2

امام حسین ؑ نے کیوں قیام فرمایا؟ 3

امر با روف اور نہی ن ا نزانی ا لان تر یہ امام ؑ وسیلہ 5

ا لام اور یرتِ پیغمبرؐ سے ا لامی معاشرے اور حکومت ا نراف 6

امام ؑ کی ا لان تر یہ عنوان: یرتِ پیغمبر ؐاور یرتِ علی ؑ احیا 7

اموی حکومت کی دونمایاں خصوصیات:حدودِ الٰہی تعطل اور علانیہ فسق وفجور 7

ان لوگوں نے فساد کو ظاہر کیا ہے۔ 8

انھوں نے حدودِ الٰہی کو معطل کردیا ہے۔ 8

یہ لوگ شراب پیتے ہیں۔ 8

فقرا اور مساکین مال کو انی مرضی سے خرچ کرتے ہیں۔ 8

امامؑ کی تر ا لام کی حفاظت ی دفاعی جہاد 9

نہی ن ا نر ہلا مرحلہ' بیعت سے انکار اور حکومتِ یزید کو ناجائز قرار دینا 11

امر با روف اور نہی ن ا نر یامامؑ مرحلہ بہ مرحلہ اقدامات اور موقف 12

شہادت ی امامؑ کی آمادگی اور لا س احساس 18

امامؑ کی تر ا لا و 20

امامؑ کی تر میں فرین کی ا ام دی اور تر ر و نہ کو کی ی ا کیا جائے؟ 21

حسینی تر اسباب اور مقاصد 22

دیگی تریکوں امتیاز 23

(ا) حکومت اور خلافتِ ا لامیہ تحفظ 25

(۲) ا لام کی حفاظت اور دین احیا 28